

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

خوابوں کے تزییرے میں خود کو قید کرنے والے محبت

کے دیوانوں کی انا پرستی کی دل حشر اش داستان

کایا کلب

ایچ اقبال

کبھی کبھی ہم کھیر کی تھالی کو خود ہی خود سے دور
کر دیتے ہیں... لیکن جب اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے
تو دل اسے دوبارہ پانے کے لیے بے تاب ہو جاتا ہے۔ جیسے ان
دونوں نے کیا... جب آسانی سے ایک دوسرے کی
دسترس میں تھے تو خود ساختہ شرائط کے جال میں
خود کو قید کر لیا اور جب حالات نے کروٹ بدلی تو ان کے
درمیان صدیوں کی مسافت حائل ہو گئی... جن کی
سوچ اور دھڑکن بس اپنے محبوب کی ذات کا احاطہ کیے
رکھتی تھی... انہیں موسم کے تغیر کی بھی کوئی پروا نہ
تھی... انہیں تو بس اپنے محبوب کی باتوں کا بھر م زکھنا
تھا سو رکھ لیا مگر... کیا خبر تھی کہ انہیں اپنی ذات اور
جذیبوں کا بھر م رکھنا کتنا مشکل ہو جائے گا... کبھی
جھیل کا پانی اور جھرنوں کا ترنم سکون کا باعث بنتا
تھا۔ اب یہی جھیل کا پانی اور جھرنوں کا ترنم آنکھوں
میں پانی بھر لاتا ہے کیونکہ جب زندگی کے سب سے بڑے
خواب کو خود ہی توڑ دیا جائے تو نہ کوئی عہد قائم رہ
پاتا ہے اور نہ ہی وفا کی ڈوری کسی کو باندھے رکھ
سکتی ہے۔

عابد نے کار اسٹارٹ کی۔ اس کے برابر میں فرحان بیٹھا ہوا تھا۔ عابد ایسی کو لینے اڑ پورٹ آیا تھا۔

عابد نے کار حرکت میں لاتے ہوئے پوچھا۔ ”فون پر تم نے آنے کا تو بتایا مگر آنے کی وجہ نہیں بتائی۔ کہیں میری یاد تو نہیں۔“

”آیا تو کسی اور وجہ سے ہوں لیکن تمہاری یاد بھی آگئی۔ تم نے پوچھا، کس فلائٹ سے آرہے ہو تو میں نے بتا دیا لیکن اس لیے نہیں بتایا تھا کہ تم مجھے لینے کے لیے آنے کی زحمت کرو۔“

”زحمت؟“ عابد نے آنکھیں نکالیں۔ ”جہیں لینے کے لیے آنا زحمت ہے؟“

فرحان ہنس دیا۔

”یار انکس سے کسی ہوٹل میں چلا جاتا۔“

”نیکس۔۔۔۔۔ ہوٹل؟“ عابد نے پھر آنکھیں نکالیں۔ ”یعنی تم نے مجھ کو لیا تھا کہ یہ پرانا دوست عابد کبشت ہو گیا ہے۔“

”یہ بات نہیں یار! ایسا بے ہودہ خیال میرے ذہن میں کیسے آ جاتا کہ تم نہیں رہے۔ یہ سمجھ لیا تو فون کیوں کرتا۔“

”تو اب تم ہوٹل میں نہیں، میرے پتے کے میں رہو گے۔“

”فابا! کیلے ہی رہ رہے ہو گے۔ تمہارے والدین تو آنجنابی ہو گئے۔ کوئی بہن بھائی بھی نہیں۔ اگر شادی کر لی ہوئی تو مجھے اس کی اطلاع ضرور دیتے بلکہ اصرار کرتے کہ میں تمہاری شادی میں شرکت کے لیے آؤں۔“

”ظاہر ہے۔“ عابد نے کہا۔ ”اب بتاؤ کہ آئیے ہوا؟“

”کوئی کام شروع کروں گا۔“

”یہ کیا پلٹ کیسے ہوئی؟ تم تو کہا کرتے تھے کہ جہیں کوئی کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ورثہ اتنا مل چکا ہے کہ زندگی بھر میٹھ سے زندگی گزار سکتے ہو۔“

”اب کسی وجہ سے کام کرنا ضروری ہو گیا ہے۔“

”کیا سب کچھ عیاشی میں لانا بیٹھے ہو؟“

”غفلت خیال آیا ہے تمہیں۔ شراب، سگریٹ، سوسائٹی گزرنے سے مجھے دیکھی نہیں۔ عیاشی سے مجھے کیا نسبت؟“

”تو پھر کوئی کام کرنے کا خیال کیسے آیا؟“

”شاید سگریٹ کی وجہ سے۔“ فرحان مسکرایا۔

”کیا مطلب۔۔۔ سگریٹ کی وجہ سے کیسے؟“

”ذرا ایسی کہانی ہے۔ فرمت سے سناؤں گا۔“

”پلو فرمت سے سناؤ۔ ابھی یہ تو بتاؤ کہ کام کیا شروع کرو گے۔ فابا کنسرکشن کا کام شروع کرو گے۔“

”بہت اچھے آرکیٹیکٹ ہو۔“

”وہی ارادہ ہے۔ تم اپنی سناؤ۔“

”نیوی کی تلاش میں ہوں۔“

”کیا؟“ فرحان پھر ہنس پڑا۔ ”تلاش میں کیوں؟“

”میں ایسی نیوی چاہتا ہوں جسے پہلے اچھی طرح سمجھ لوں۔ دو گراڈ فرینڈ تو پہلے بنا چکا ہوں لیکن اندازہ ہوا کہ وہ صرف لوہا چاہتی تھیں مجھے لہذا ان سے جان چھڑائی۔ آج کل ایک تیسری گرل فرینڈ کو آزار پہا ہوں۔“

”مگر پلٹ کر رہے ہو؟“

”ہرگز نہیں۔ سنجیدگی سے دوستی کر رہا ہوں اور یہ گرل فرینڈ شاید میری خواہش کے مطابق ہو۔“

”اور کاروبار کیسا چل رہا ہے؟“

”فرسٹ کلاس۔“ عابد نے جواب دیا۔ ”خیر، یہ بات چھوڑو۔ کچھ یاد آ گیا مجھے۔ تم کنسرکشن کا کام شروع کرو گے؟“

”ہاں۔“

”یار! میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا، کوئی آٹھ ماہ پہلے۔ شادی کے ایک مہینے بعد ہی کینسر میں مبتلا ہو کر دنیا سے جا چکا ہے۔ اس کی بیوہ شاداد اب اس کا کام سنبھالے ہوئے ہے لیکن نا تجربہ کاری کی وجہ سے نقصان میں جا رہی ہے۔ تم اگر اس کی کچھ مدد کر سکو تو بڑا اچھا ہو۔“

”میں اپنا کام شروع کروں گا یا اس کی مدد کروں گا؟“

”ارے بس کچھ وقت اسے دے دیا کرتا۔ تم تجربہ کار ہو۔ اس کی مدد کرو گے تو وہ شاید سنبھال لے گی اپنا کام۔“

”مگر مگر! شادی کے ایک ماہ بعد یہ ہوئی ہے۔“

”ہاں۔“ عابد نے کہا۔ ”میں بائیس سال کی ہوئی۔ ویسے تو بہت اسٹارٹ اور ایکٹو ہے لیکن کنسرکشن میں نا تجربہ کاری کے باعث مار کھا رہی ہے۔“

”صورت شکل کی کیسی ہے؟“

”بہت خوبصورت تو نہیں لیکن خوبصورت ہے۔“

”دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتی؟“

عابد نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”وہ میرے دوست سے بہت محبت کرتی تھی۔ دوسری شادی کا اسے خیال بھی نہیں آتا۔ شاید کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد نارمل ہو جائے۔ ابھی تو وہ شادی نہیں کرے گی۔ تم اس کی مدد ضرور کرو یار!۔“

”خیر لوں گا۔ کوئی فیملی ابھی نہیں کر سکتا۔“

”میری خاطر بھی نہیں؟“ عابد کچھ خفا ہوا۔

فرحان نے ہنس کر اس کے شانے پر ہاتھ مارتے

”میری اس سے ملاقات تو کرواؤ۔“

”کار کی رفتار سست ہونے لگی۔“

”کی گھر آ گیا تمہارا؟“ فرحان نے پوچھا۔

”ہاں۔“ عابد نے کار ایک پینکے کے پچانک پر روک لیا اور ہان دیا۔

”چوکیدار نے پچانک کھولا۔ کار اندر داخل ہونے لگی۔ عابد نے بات جاری رکھی۔ ”چار ملازم ہیں۔“

”بکدار، مالی، ایک خانا ماں اور ایک گھر کیو کام کاج کے لیے لیکن وہ کار چلانا بھی جانتا ہے۔ اس سے کسی وقت شو فر کا ام بھی لے لیتا ہوں۔“

”کار برآمدے کے سامنے رک گئی۔ ایک آدمی آمدے سے اتر کر کار کے قریب آیا۔“

”ڈکی میں دو سوٹ کیس ہیں۔“ عابد نے کار سے اتر لاس سے کہا۔ ”وہ میرے کمرے میں لے آؤ۔“

”جی صاحب! وہ ملازم ہی تھا۔“

عابد فرحان کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ ”آج کی بات تو میرے ساتھ ہی سونا۔ کل میں تمہارے لیے کمرہ لک کر دوادوں گا۔ ابھی تو تم شادو لے کر تازہ دم ہو جاؤ۔ دو گھنٹے بعد کھانے کا وقت ہو جائے گا۔ کھانے کے بعد میں اپنے دفتر چلا جاؤں گا۔“ عابد نے کہا۔ ”تم آج آرام کرنا یا اپنے کاروبار کی مزید منصوبہ بندی کرنا۔“

”مجھے فوری طور پر ایک کار خریدنا ہے۔“

”کل میں تمہیں شادو سے ملاؤں گا اور کل ہی کار بھی خرید لی جائے گی۔“

”میں نے اپنا اکاؤنٹ یہاں کے بینک میں ٹرانسفر کر دیا ہے۔ کل ہی وہاں بھی جانا ہوگا۔“

”کل ہی سب کام ہو جائیں گے۔ ابھی تو تم ہاتھ روم کا راستہ پکڑو۔“

فرحان اپنا ایک سوٹ کیس کھولنے لگا۔

☆ ☆ ☆

دوسرے دن فرحان سب سے پہلے تو بینک کے کام سے فارغ ہوا۔ اس کے بعد عابد کے ساتھ شادو سے ملنے اس کے دفتر گیا۔ عابد نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔

”یہ سند یا تھ آرکیٹیکٹ ہے۔“ عابد نے شادو کو بتایا۔ ”یہ خود ہی اپنا کام شروع کرنے کے لیے یہاں آیا ہے لیکن میں نے اس سے کہا ہے کہ یہ جہاں ہی مدد ضرور کرے۔“

شادو لگ بھگ بائیس سال کی اسٹارٹ اور کنسرکشن

لڑکی تھی جس کے چہرے پر اداسی جیسے رہی ہوئی تھی۔ اس نے فرحان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں، فرحان صاحب؟“

”پہلے تو مجھے یہ معلوم ہو کہ آپ کو کس قسم کی مشکلات لاحق ہیں؟“

”ایک مشکل تو یہ ہے کہ کئی افراد میری میٹمنس روکے ہوئے ہیں۔ دوسری پریشانی یہ ہے کہ بعض کنسرکشن کمپنیاں میرے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے لگی ہیں۔ جب تک میرے شوہر زندہ تھے، وہ ان سب معاملات سے نمٹنا خوب جانتے تھے۔ تیسری میری ایک پریشانی یہ ہے کہ جو صاحب میرے شوہر کے زمانے سے ان کے اسسٹنٹ رہے ہیں، وہ اب مجھے نادان سمجھ کر مالی معاملات میں خود درپردہ کرنے لگے ہیں۔ ان چند ماہ میں میرا سرمایہ ایک تہائی کم ہو چکا ہے۔“

فرحان نے کہا۔ ”آپ کا جو سرمایہ ڈوب چکا ہے، وہ تو ڈوب چکا۔ اب آپ خود کو یہ باور کرائیں کہ اب نئے سرے سے کام شروع کر رہی ہیں۔ رہی رکی ہوئی میٹمنس کی بات، تو ان لوگوں کو نوٹس ایٹو کیے جاتے ہیں جس کے لیے کمپنی کے لیگل ایڈوائزر کو کام کرنا ہوگا۔ تیسرے آپ مجھے ان کمپنیوں کا نام بتائیں جو آپ کے کام میں رکاوٹ ڈال رہی ہیں۔“

”میں ساری تفصیلات آپ کو کل تک میا کر دوں گی۔“

”اب آپ کو میرا مشورہ یہ ہے کہ پھر وہ دن تک آپ کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالیں گی۔“

”آپ کو ایک بات بتانے سے رہ گئی۔“ شادو نے کہا۔ ”ایگل ایڈوائزر صاحب میری کمپنی کے حالات دیکھ کر مجھے سے معذرت کر چکے ہیں۔ یعنی استغنا سے بچے ہیں۔“

”ہوں۔“ فرحان نے سر ہلا دیا اور کچھ سوچ کر بولا۔

”مجھے اپنی کمپنی کے لیے کارکنوں کا انتخاب تو کرنا ہے۔ انہی لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا انتخاب میں آپ کی کمپنی کے لیے بھی کر دوں گا۔ آج ہی اخبار میں اس کے لیے اشتہار دینے والا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انٹرویوز آپ کے آفس میں ہی کر لیتے ہیں۔ آپ کا دفتر بہت اچھا اور بڑا چمکی ہے۔“

”سب میرے شوہر کے ذوق کی وجہ سے ہے۔“

”آپ لوگوں کو انٹرویو کے لیے یہاں بلا سکتے ہیں۔“

ان باتوں کے دوران میں عابد بالکل خاموش رہا۔

”اب مجھے کل تک کے لیے اجازت دیجیے۔“

فرحان نے کہا۔

”شادو! عابد پہلی بار بولا۔“ تم میرے دوست پر

فرحان نے وہ فائل کھولی ہی تھی کہ شادو نے ایک اور فائل اس کی طرف بڑھائی۔ ”یہ تین درخواستیں آئی ہیں، آپ کے اشتہارات کی وجہ سے۔“

”اوہو..... اتنی جلدی۔“

”بیگاری کا زمانہ ہے فرحان صاحب! اخا سے پڑے
 لکھے لوگ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ خل تک تو بہت
 درخواتیں آجائیں گی۔ عابد بھائی نے مجھ سے بات کی تھی۔
 آپ میرے دفتر کے چاکر کے استعمال کر سکتے ہیں۔“
 ”مجھے عابد نے بتایا تھا۔“ فرحان نے کہا۔ ”اس سے
 میں نے کہا تھا کہ فی الحال میرے لیے ایک ہی کارکن کافی ہوگا
 لیکن ابھی خیال آیا کہ دو کمروں کی ضرورت پڑے گی۔“
 ”جیسا آپ چاہیں۔“

”دو خواتین میں بعد میں دیکھوں گا۔ پہلے آپ کی فاکس دیکھ لوں۔“

”دیکھ لیجئے۔ آپ نے کہا تھا کہ میں کچھ دن کے لیے سارے کام روک دوں۔ اس لیے آج میں کچھ لوگوں کو ملازمت سے برطرف کرنے والی ہوں۔“

”بہتر ہوگا کہ آج آپ کسی کو برطرف نہ کریں۔ میں ان سب کے انٹرویو بھی لوں گا۔ ان میں کچھ تو کام کے آدمی بھی ہوں گے۔ ان کو برطرف کرنا مناسب نہیں۔“

”سب کچھ میں آپ پر چھوڑ رہی ہوں۔“

میں ہی اس نے سارے کام سمجھ لیے۔

ہوں۔“ فرحان نے مراٹھا کرشاراد کی طرف دیکھا۔
 ”میں نے کہا تو یہ تھا کہ سب معاملات سمجھنے کے بعد میں آپ
 کو مشورے دوں گا لیکن اب میرا فیصلہ ہے کہ پہلے میں ان
 لوگوں کو اغویوں کے لالچوں سے بھیجوں آپ کے لیے کام کر رہے
 ہیں۔ کیا میں انہیں ابھی ایک ایک کر کے یہاں بلاؤں؟“ پھر
 فرحان نے کہا: ”کیا وہ سب جانتے ہیں؟“

”معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ میں نے کرسی پر بیٹھے ہی کچھ.....“ لفظ ”یو“ کہتے ہوئے فرحان رکا پھر بولا۔
”کچھ مہک محسوس کی تھی۔“

”جی“ شادو اچھکے سے انداز میں مسکرائی۔ ”میں
رک کر نے لگی ہوں۔ دفتر کے سبھی لوگ سمجھنے لگے ہیں۔“
”آپ برا نہ مائیں تو بتا دیجیے کہ آپ کب سے پینے
لگی ہیں؟“

”شوہر کے انتقال کے بعد سے۔“ شاردوانے سنجیدگی سے کہا اور دراز سے گھاس نکال کر اس کا ایک چھوٹا سا گھونٹ ”یہاں آتے گا پھر فرحان نے چہ اسی کو بلا کر اس سے کہا۔“ لیکن میڈم کو اطلاع دے دو کہ میں نے کام ختم کر دیا۔“ فرحان نے جلدی سے کہا۔ ”میں تو اب یہاں ہی رہتا ہوں۔“ ”جی نہیں۔“ فرحان نے جلدی سے کہا۔ ”میں تو اب یہاں ہی رہتا ہوں۔“

دوران میں آپ گلاس کو ہاتھ بھی نہ لگا میں۔“

”میں یہ پہلا گلاس تو ختم کر لوں۔ ابھی دو تین ہی کھونٹے ہیں۔ پورا گلاس ختم کے بغیر زیادہ دیر کے لیے ک مٹی تو میری طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔“ شارد نے کہا۔

”خرا سے جیسے کوئی خیال آ گیا۔ وہ جلدی سے بولی۔ ”ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ میں اپنے جیمیر میں چلی جاتی ہوں۔ زمین کو ہلکا کر آپ یہیں ان کے استرو پو لے سکتے ہیں۔“

اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی اور جانب سے بھی شاردہ جیمیر میں داخل ممکن تھا۔ دو منٹ بعد ہی جیمیر کا دروازہ کھلا اور شاردہ باہر آئی۔ فرحان نے اس کی چال میں خفیف تاڑکھٹ محسوس کی۔ ”کیا رہا فرحان صاحب؟“ اس نے پوچھا۔

”جو صاحب مالی معاملات میں خورد برد کرتے رہے ہیں اور سبیل فخر کو بر طرف کر دیں باقی لوگوں پر کوئی

فرحان کو یہ سچہ سچا نہیں لگا تب تک شارد نے مٹھی بھائی
 پر چڑھایا اندر آگیا۔ فرحان سوچتا ہی رہ گیا اور شارد نے
 بلب پینٹ پر کچھ لکھتے ہوئے چہرے کہا۔ ”میں یہاں کام
 کرنے والوں کے نام لکھ رہی ہوں۔ ان سب سے کہہ دو کہ
“ اس نے فرحان کی طرف اشارہ کیا۔ ”ان سے کچھ
 ج۔ کہہ دو کہ.....“

پیسے سے وہ ایک ایک کر کے اٹھیں۔ میں جس تیب سے نام لکھی رہی ہوں، انہیں اسی ترتیب سے انداز آ گا۔“ چہرہ اسی سے یہ کہتے کہتے اس نے نام بھی لکھ لیے تھے۔ اس نے دو کانڈ چہرہ اسی کو دیتے ہوئے کہا۔ ”میں نے چہرہ میری جاری ہوں۔“

”میں اس کام کے لیے کوئی لڑکی رکھنا چاہوں گی۔“
 ”میں اس کا بھی خیال رکھوں گا۔“
 ”آپ کے لیے جو درخواستیں آئی ہیں، وہ بھی دیکھیں آپ نے؟“

”جیسا آپ مناسب سمجھیں۔“ شاردانے کہا اور ایک اڑے کی طرف بڑھ گئی جو اس کے چیمبر میں کھتا ہوگا۔
فرحان کو یہ سب اچھا نہیں لگا۔ شاردانے اسے جیسے ملازم سمجھ لیا تھا کہ وہ اس کے ”احکام“ کی تعمیل کرے۔
ان نے جھنجھلاہٹ اس لیے ضبط کی کہ وہ اپنے عزیز مت عابد کے ذریعے شاردانے سے ملنا تھا۔

پہلا آدمی جو سرے میں آیا وہ آپریشن میجر تھا۔
 ن نے اس کا نام پوچھ کر شارادھی دی ہوئی فائل میں
 کاغذ پڑھنا شروع کیا جس پر شاردا نے اس کی اٹھ ماہ
 ر کر دئی تھی۔
 فرحان نے اس سے صرف دس منٹ سوال کیے پھر

فرحان اس کے ساتھ اٹھا۔ شاردا نے اسے پورا
 اٹھ دیکھا دیا۔
 فرحان نے کہا۔ ”جہاں میٹرو ہوتی ہیں، وہاں
 دباؤ ہوتا ہے۔“
 ”آئیں۔“

شادوا سے وہاں کے مرنے والے جہاں وہ جانا چاہتا تھا۔
 ”چند افراد کی میٹنگ کے لیے یہاں بہت بڑا ہے۔
 آپ میٹنگ روم کی اور کمرے میں نہیں جا سکتے؟ مجھے جو
 کمرے آپ دینا چاہتی ہیں، ان میں سے کسی ایک کو؟“
 ”بالکل ایسا وہ ممکن ہے۔“

یہاں اپنا دفتر بناسکتا ہوں۔“

”ہاں میں!“ شادو نے تعجب کا اظہار کیا۔
فرحان مسکرایا۔ ”یہاں میں اپنے اور کارکنان کے
لیے کینٹر بنوا دوں گا۔ اس کا ایک دروازہ ایسا بھی ہے جسے
میں اپنے دفتر کا داخلی دروازہ بنوا سکتا ہوں۔“

”مجھے خوشی ہوئی کہ آپ یہاں اپنا دفتر بنانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ آپ کے قریب ہونے سے مجھے بڑی تقویت ملے گی۔ کسی وقت بھی آپ سے کوئی مشورہ کر سکوں گی۔“

سوں سے۔ فرحان نے کہا: ”اب مجھے اجازت دیجیے۔“ وہ دونوں جب ہال سے نکل رہے تھے تو شمار دا کچھ زیادہ ڈگمگا گئی۔ فرحان نے بے اختیار اسے سنبھال دیا اور نہ وہ گر ہی پڑتی۔

”مسوری“! شاردانے پہننے کے بعد کہا۔
فرحان کچھ نہیں بول سکا۔ اس کا جسم سننا گیا۔ یہ اس
کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ اس نے ایک خوبصورت عورت
کو تقریباً گود میں سنبھال لیا تھا اور اس کے گداز جسم کا اس
محسوس کیا تھا۔

شاردار سے چھوڑنے کے لیے دروازے کی طرف آئی۔
گھر کی طرف جاتے ہوئے فرحان کو شاردار کے کس
کے خیال سے کئی بار جبرجری آئی۔ وہ بہ مشکل یہ خیال اپنے
ذہن سے جھٹک سکا۔ گھر پہنچ کر اس نے کچن سے ہدیل کئے
اور بستر پر لیٹ گیا۔ وہ دھیرے دھیرے کھانے میں اصرار کرتی۔ وہ
دیکھ کر تصویر نکال کر اسے دیکھنے اور اس سے بات کرنے
لگا۔ اسے گزرتے ہوئے وہ مناظر بھی یاد آتے رہے جب وہ
اسے بستر پر راقلا۔ وہ دھیرے دھیرے کھانے کے بعد سو گیا۔

عابد نے دفتر سے آتے ہی پوچھا۔ ”آج کا دن کیسا
رہا؟ شاردا سے تو مل آئے ہو گے؟“ ”نہیں، اس کی مشکلات حل

”ہاں۔“ فرحان نے کہا۔
 ”اچھا دفتر بنانے کے لیے میں نے اس کے دفتر کا
 ایک ہال منتخب کیا تھا لیکن دو ایک بار خیال آچکا ہے کہ میں
 اس کے استاقریب نہ ہوں۔“ دوشربا ہنسی ہے۔
 ”مجھ پر مطمئن رہیں اس سے تمہاری محنت پر کیا اثر

پڑتا ہے؟

فرحان نے شادرا کے ڈمگ کر گرنے کا واقعہ سنایا۔
عابد بننے لگا۔ "شراب پینے والے کبھی کبھی..."
فرحان نے اس کی بات کاٹی۔ "میں یہی تو سوچ رہا تھا کہ اس سے دور رہوں۔ نہیں اور ہی دفتر بنائوں۔"
عابد سنجیدہ ہو گیا۔ "بار بار تو ایسا نہیں ہوگا، فرحان! اگر تمہارے دماغ میں کوئی اور بات آئی ہے تو میں اسے غلط کہوں گا۔ شادرا کے کردار پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔ وہ جان بوجھ کر اس طرح نہیں مگری ہوگی۔"

فرحان سوچ میں پڑ گیا۔
عابد پھر بولا۔ "تم اپنے کام کے ساتھ ساتھ اس کے مشیر بھی بنے رہو گے تو مجھے اس لیے خوشی ہوگی کہ اس کا شوہر میرا بہت پیارا دوست تھا۔"

"تم اتنے اصرار سے یہ بات کہہ رہے ہو تو شیک ہے۔ مجھے بھی یہ خیال ہے کہ اس کے دفتر کا وہ ہال میرے لیے بہت مناسب ہے۔ اس قسم کی جگہ شاید آسانی سے نہ مل سکے جبکہ یہ تو گویا مل ہی گئی ہے۔"

"تو اسے ضرور اپنا دفتر بناؤ۔"

"تم اس مسئلے میں میری کچھ مدد کرو۔"

"نہیں اس میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"کسی اچھے کارپینٹر سے ملو جو کل ہی سے وہاں کسبن بنانے کی تیاری شروع کر دے۔"

"میں کسی کارپینٹر کو نہیں جانتا۔ ہاں، میرا ایک جاننے والا غصے داری کرتا ہے۔ چائے پینے کے بعد اس کے پاس لے چلے ہوں۔ وہ ضرور ہمیں کسی اچھے کارپینٹر تک پہنچا دے گا۔"

"میں جلدی سے شادرا لے لوں۔ پھر چائے پی کر چلتے ہیں۔"

عابد نے سر ہلادیا اور فرحان نے ہاتھ روم کا رخ کیا۔
☆☆☆
ذوالفقار کچھ ہی دن پہلے ایک کالج میں پیکچرار ہو گیا تھا۔ دیکھا اس کالج کے سامنے ٹیبل رسی تھی۔ اسے انتظار تھا کہ کالج کا وقت ختم ہونے پر ذوالفقار کالج سے نکلے تو وہ اس سے فرحان کے بارے میں پوچھے۔ اس کام کے لیے اس نے اپنے دفتر سے ایک دن کی چھٹی لی تھی۔

ذوالفقار نے کالج سے نکل کر اسے دیکھا تو اس کے قریب جا کر بے اختیار بولا۔ "خیریت؟"

"تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" دیکھ کر کہہ۔
"آج بہت شہرت سے فرحان یاد آ رہا تھا۔ میں نے سوچا

شاید اس سے تمہارا رابطہ ہو۔"

"بالکل نہیں دیکھا۔"

"صرف یہ جانتا چاہتی ہوں کہ فرحان ہے کس طرح"

رابطہ ہو سکتا ہے؟"

"مشکل ہے۔"

"وہاں تمہارا کوئی جاننے والا نہیں ہے؟"

"دو تین ہیں، کیوں؟"

"تم ان سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ فرحان کا پتا لگا میں؟"

"دیکھا! وہ بہت بڑا شہر ہے۔ فرحان کو کیسے ڈھونڈنا جاسکتا ہے؟"

"آرکیٹیکٹ ہے وہ۔"

"وہاں اور بھی آرکیٹیکٹ ہوں گے۔ وہاں فرحان نے اتنی جلدی تو شہرت حاصل نہیں کی ہوگی کہ لوگ اسے جاننے لگیں۔"

"تو کوئی صورت نہیں ہے؟" دیکھنے والے مایوسی سے کہا۔

"تم اس کے لیے بہت ہی بے چین ہو۔"

"وہ میرا بہت پیارا دوست ہے۔ میں اس کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔"

"مجبوری ہے دیکھا! اس نے تمہارے خط میں بھی لکھا ہوگا۔ مجھ سے تو اس نے کہا تھا کہ جب وہ کچھ بن جائے گا، سچی واپس آئے گا۔"

"اچھا! دیکھ کے لہجے میں مایوسی تھی۔"

"اس کے کچھ اور دوست بھی ہیں یہاں۔ تم ان سے بھی مل سکتی ہو۔ فرحان شاید انہیں کچھ بتا کر گیا ہو۔ ان سے معلوم کرو۔"

"تم اس کے بہت قریبی دوست ہو۔ جب اس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا تو کسی اور کو بھی کچھ نہیں بتایا ہوگا۔ خیر تم ان کے پتے بتاؤ۔ مل کر دیکھوں گی ان سے۔ میں ان کے صرف ناموں سے واقف ہوں۔"

ذوالفقار نے اسے چار دوستوں کے پتے بتائے۔

"اچھا، اب میں چلتی ہوں۔" دیکھنے والے پتے نوٹ کر کے کہا۔

اس دن وہ اپنی دوست زینت سے بھی ملی۔ "آج دل کچھ اداس ہے زینت! کہیں گھوٹے چلو۔"

"مجھے ایک کھٹے بعد گھر میں کچھ کام ہے۔ کہیں جاؤں گی تو داپسی میں دیر ہو جائے گی۔ یہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔"

زینت کے باپ نے بڑا خوبصورت بنگلہ بنوایا تھا۔

زینت نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور ملازم سے کریم کافی بننے کے لیے کہا۔

"آج تم دفتر نہیں آؤ گی؟" اس نے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، کچھ اداس تھا اس لیے چھٹی کر لی۔"

"دل کچھ اداس تھا، کوئی خاص وجہ؟"

"دل کچھ اداس تھا، میرے ساتھ۔" دیکھنے والے نے کہا۔

"کچھ بھی ایسا ہوتا ہے میرے ساتھ۔" دیکھنے والے نے کہا۔

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ایک کھٹے بعد تمہیں گھر میں کیا کام ہے؟"

"ہاں۔ اس نے اپنے لیے ایک ایسا کمرانچہ کیا ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ تو دفتر میں کھلتا ہے، دوسرا ایسا ہے کہ وہ ادھر ہی سے آتا جاتا ہے۔ وہاں میں اس نے دفتر کا ایک راؤنڈ بھی نہیں لگایا۔ دفتر کے چھ خاص آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی اس کے کمرے میں نہیں جاتا۔ ایسے روپے کا مالک تو کوئی مغرور شخص ہی ہو سکتا ہے۔"

"میں نے اپنے کالج میں اس کا ذکر سنا تھا۔ ایک لڑکی بتا رہی تھی کہ وہ بہت اساتذہ نوجوان ہے۔"

"تمہارے کالج میں اس کا ذکر کیسے آگیا؟"

"وہ ہمارے کالج کا ٹرینی ہے۔"

"تو تم نے اسے دیکھا تو ہوگا؟"

"جب سے میں اس کالج میں ہوں، وہ ایک بار بھی وہاں نہیں آیا۔"

"عجب بات ہے۔ کیا سڑی ہے وہ۔"

"اس کی اسی پر اسراریت کی وجہ سے تو میں چاہتی ہوں کہ اسی سے اپنے اسکول کا افتتاح کر دوں۔"

"ضروری تو نہیں کہ تمہارے ڈیڑی تمہارے لیے اسکول کا بندوبست کر ہی دیں۔"

"مگر وہیں گے۔ زینت نے بڑے اعتماد سے کہا۔" ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ڈیڑی نے میری کوئی خواہش پوری نہ کی ہو۔"

"لیکن اگر وہ کوئی مغرور انسان ہے تو شاید تمہارے اسکول کا افتتاح کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔"

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ چاروں بعد اسے دیکھ بھی لوں گی۔"

"کسے معلوم ہوا ہے؟"

"پرنسپل نے بھی طلبا کو بتایا ہے کہ اس اتوار کو وہ کالج ضرور آئیں۔ وہ طلبا سے خطاب کرے گا۔ میرے ساتھ تم بھی چلی چلتا۔"

"میرا تمہارے کالج سے کیا تعلق؟"

"اس کی پروا نہ کرو۔ کوئی دھیان نہیں دے گا اور تم میرے ساتھ جو ہوگی۔ کالج کے کبھی لڑکے لڑکیاں میری عزت کرتے ہیں۔"

زینت ایک بڑے باپ کی بیٹی تھی۔

"تم کہہ رہی ہو تو ملی چلوں گی۔" دیکھنے والے نے کہا۔

"اس بیانے اپنے ادارے کے مالک کو دیکھ لیوں گی۔"

"ہاں، مجھے مشورہ بھی دینا کہ مجھے اس سے اپنے اسکول کا افتتاح کروانا ٹھیک لگے گا؟"

"اس کی تقریر سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کا

دواؤں میں اسے نہیں دیکھا؟" زینت کو حیرت ہوئی۔

"لارڈ انٹر پرائز کا مالک؟"

"اس کی بات کر رہی ہوں۔"

"مجھے اس کا خیال اس لیے نہیں آیا کہ میں نے اب

تمہاں اس کی بات نہیں دیکھی۔"

"دواؤں میں اسے نہیں دیکھا؟" زینت کو حیرت ہوئی۔

سپنس ڈائجسٹ 198 جون 2023

سپنس ڈائجسٹ 199 جون 2023

سپنس ڈائجسٹ 198 جون 2023

سپنس ڈائجسٹ 199 جون 2023

سپنس ڈائجسٹ 198 جون 2023

اتوار کا دن تھا جب زینت، دینا کو اپنے کالج لے گئی۔
 "عجب سا لگ رہا ہے یہاں۔" دینا نے کہا۔ "سبھی میرے لیے اجنبی ہیں۔"

"تم بھی سب کے لیے اجنبی ہو لیکن کسی کی مجال نہیں کہ مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھے۔"

"فانا تم اس کالج کے طلباء میں سب سے بڑے گھرانے کی لڑکی ہو۔"

اس وقت اسٹیج سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ اب مسٹر وقار عالم خطاب فرمائیں گے۔ وقار اسٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان سے اٹھ کر مائیک کی طرف جانے لگا۔

دینا بولی۔ "آج پہلی بار دیکھ رہی ہوں میں اپنے ادارے کے مالک کو۔"

"ہے نا بہت بڑا آدمی؟"

"وہ بڑا تو بہت سے لوگ ہوتے ہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مزاج کا کیسا ہے۔ میں تو اسے مغرور سمجھتی ہوں۔"

اس نے بھی دفتر کا راز نہ نہیں لگایا۔
 "یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تم اسے مغرور سمجھو۔"

"بظاہر تو یہی سمجھا جاسکتا ہے۔"

زینت بھرپور کھنکھاتی لیکن وقار عالم نے یوں شروع کر دیا تھا۔

"وقت انسان کا سب سے بڑا سرمایہ ہوتا ہے اس لیے میں نے کسی تمہید کے بغیر بات شروع کر دی ہے تاکہ میرا وقت ضائع نہ ہونے لگے۔"

میں بھی تقریر نہیں کی۔ آج یہ پہلا موقع ہے اور وہ اس لیے کہ یہ میرے والد کا حکم تھا جو مجھ سے پہلے اس درس گاہ کے ٹرنکی تھے اور یہاں تقریر کرنے آتے تھے لیکن اب کسی وجہ سے وہ وصال چیز کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں کیونکہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لیے وقت ہی کے بارے میں چند جملے کہوں گا۔ جو وقت ضائع کرتا ہے، کامیابی اس کی زندگی سے دور رہتی ہے۔ اگر اس کے باوجود آپ کوئی کامیابی حاصل کر لیں تو اس پر بھی یہ سمجھیں کہ اگر آپ نے وقت برباد نہ کیا ہوتا تو کامیابیاں اس سے کہیں زیادہ ہوتیں جو آپ حاصل کر چکے ہوتے ہیں لہذا وقت کی قدر کیجیے۔ اپنا یہ سرمایہ ضائع نہ ہونے دیں۔ کام کریں۔ مشکل کام کریں۔ آج میں نے جو مقام حاصل کیا ہے، وہ وقت کی قدر کر کے اور کام کر کے حاصل کیا ہے۔ آپ بھی اپنا کوئی مقام بنا سکتے ہیں۔ بس، مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔"

وہ مائیک سے ہٹے والے تھا کہ ہر طرف تالیاں بجنے لگیں۔

202 سنہ 1443ھ جون 2023

وقار عمارت سے باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لڑکے لڑکیاں اس کی طرف چھپنے۔ "سرا! آنو گراف۔۔۔۔۔ سرا! آنو گراف۔"

وقار مڑا۔ اس کے چہرے پر کبیدی کا تاثر تھا۔ "آپ لوگ آنو گراف لینے میں اپنا اور میرا وقت ضائع کریں گے۔ ابھی میں نے جو تقریر کی ہے، شاید بھلاؤ بھولنا ہے۔ میرا آنو گراف آپ کی زندگی میں کامیابیاں نہیں لاسکتا۔ وہ آپ کو صرف کام کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔"

اس کی طرف چھپنے والے طلباء خشک کر رہ گئے۔ شوہر نے وقار کی کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا تھا۔ وقار کار میں بیٹھے ہی والدہ کا دروازہ لڑکیاں اس کے قریب پہنچ گئیں۔ وہ زینت اور دینا تھیں۔ "ایکسکو زی سرا! زینت بولی۔"

وقار نے سر ہٹا کر دیکھا۔

"سرا! میں ایک اسکول کھولنے والی ہوں۔ میری خواہش ہے اور یہ میری عزت افزائی بھی ہوگی کہ آپ اسکول کا افتتاح کریں۔"

"یعنی اپنا وقت برباد کروں؟ گیٹ لاسٹ!"

دینا بول پڑی۔ "وقت بچانے کی عادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی بھی قدر کریں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ آپ نے گیٹ لاسٹ کہہ کر خود کو انسانیت سے دور کر لیا۔ میری دوست نے آپ سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی کہ آپ اس کی اتنا مجروح کریں۔ عزت اس کی ہوتی ہے جو دوسروں کی عزت کرتا ہے لیکن آپ تو انسانیت کی سطح سے۔۔۔۔۔"

زینت نے گھبراہٹ میں دینا کا بازو پکڑ کر سمجھنے لے دیا۔

زینت نے گھبراہٹ میں دینا کا بازو پکڑ کر سمجھنے لے دیا۔

وقار کار میں بیٹھ گیا۔ شوہر نے تیزی سے اپنی سیٹ سنبھالی اور انہیں اشارت کر دیا۔ کالج کی انتظامیہ کا ایک پتھر زینت پر بڑھ گیا۔ "یہ تم کس بڑے لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر آئی ہو۔ یہ ہمارے کالج کی بھی نہیں معلوم ہوتی۔"

"آئی ایم سوری سرا! زینت نے جلدی سے کہا۔

دینا ہونٹ پیچھے کھڑی رہی۔

"جانتی نہیں ہو، وقار صاحب کتنے بڑے آدمی ہیں۔"

"چھوٹے آدمی ہیں۔" دینا نے بے اختیار کہا اور مڑ کر تیزی سے اس طرف بڑھ گئی جہاں زینت نے اپنی کار کھڑی کی تھی۔ اس نے نہ دیکھا، نہ سنا کہ ٹیچر اور زینت میں مزید کیا مکالمے ہوئے تھے۔ وہ کار کی اگلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھنا چاہتی تھی لیکن دروازہ لاک تھا۔ جلدی گھبراہٹ

203 سنہ 1443ھ جون 2023

ہوئی زینت قریب آئی۔
 "کیا کر رہی ہیں؟" اس نے کار کا لاک کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی بھول گئیں کہ یہ اس ادارے کا مالک ہے جس میں تم ملازم ہو۔"

"الغبت! بیچتی ہوں میں اس ادارے پر جس کا مالک انسان کی عزت بھی نہ کرنا جانتا ہو۔ میں کل ہی استفادے والی تھی۔"

زینت نے کار اشارت کر دی۔ دینا اس کے برابر بیٹھ چکی تھی۔

زینت نے کار حرکت میں لاتے ہوئے کہا۔

"عزت کرو گی اتنی اچھی ملازمت چھوڑ کر۔"

"میں وہاں نہیں رہ سکتی جہاں انسانیت نہ ہو۔ وہ اپنے کسی ملازم کی بھی عزت نہیں کرتا ہوگا۔ کسی دن اس کا میرا آئینہ سامنا بھی ہو سکتا ہے۔ میں اس سے بچنا چاہتی ہوں۔"

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

زینت نے اسے بہت سمجھایا لیکن دینا نے دوسرے دن ہی استفادے دیا۔ اسی دن اس نے اخبار میں اپنی تصویر بھی دیکھی۔ وہ اس موقع کی تصویر تھی جب وہ اور زینت وقار کی کار کے پاس اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

203 سنہ 1443ھ جون 2023

تھا۔ اسے تم اپنی محنت اور کام سے آسان کی طرف لے جا رہے ہو لیکن کام کے علاوہ بھی دنیا کی کچھ اقدار ایسی ہوتی ہیں جن کا انسان کو خیال رکھنا چاہیے۔ ان اقدار میں انسانیت کا درجہ سب سے بلند ہے۔"

"جی۔" وقار نے آہستہ سے کہا۔ "ڈیڈ! میں آئندہ اس کا خیال رکھوں گا۔"

"اس تصویر میں صرف یہ لکھا ہے کہ دو لڑکیاں وقار عالم کے قریب۔"

"جی۔"

"معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں کون ہیں؟"

وقار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "جی، معلوم تو ہو جائے گا۔ اسی کالج کی ہوں گی۔ کالج کی انتظامیہ کے کسی شخص کو فون کر کے معلوم کیا جاسکتا ہے۔"

"تو معلوم کرنا۔ خاص طور سے اس لڑکی کے بارے میں۔ اس کا فون نمبر بھی معلوم کرنا، اگر ہو سکے تو۔"

"اس سے کیا ہوگا، ڈیڈ؟"

"میں اس لڑکی سے ملنا چاہوں گا جس نے تمہارے سینے میں انسانیت کالج بویا ہے۔"

"کیا آپ اسے فون کریں گے؟"

"ہاں۔" ڈیڈ نے کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اسے چائے پر گھر میں ہی مدعو کروں گا۔"

وقار، باپ کا منہ دیکھ کر رہ گیا۔

"اب نہیں دفتر جانا چاہیے۔"

"جی، ڈیڈ! وقار مڑا ہوا گیا۔"

اس دن دن وقار میں منٹ کی تاخیر سے دفتر پہنچا۔ سیٹ پر بیٹھے ہی اس نے اپنے سیکریٹری کو طلب کیا اور اسے اخبار کی تصویر دکھاتے ہوئے بولا۔

"یہ دونوں اسی کالج کی ہوں گی جہاں کل میں تقریر کے لیے گیا تھا۔"

"میں سر اور سہری لڑکی۔" اس نے تصویر میں دیا کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ تو ہمارے ادارے میں کام کرتی تھی۔ ابھی ابھی استفادے کر گئی ہے۔ مجھے جی ایم صاحب سے معلوم ہوا ہے۔"

"اچھا۔" وقار سوچنے لگا پھر بولا۔ "میں اس کا استعفا دیکھنا چاہتا ہوں تم خود جی ایم سے لے کر فوراً آؤ۔"

203 سنہ 1443ھ جون 2023

یہ حرکت اس کے اضطراب کی غمازی کر رہی تھی۔ سیکریٹری جلدی واپس آ گیا۔

”بہت سخت جملہ لکھا ہے اس نے استغنے میں۔“ سیکریٹری نے ایک کاغذ وقاری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وقار نے وہ بڑھا، لکھا تھا۔ ”میں اس ادارے میں کام نہیں کرنا چاہتی جس کے مالک کو لفظ ”انسانیت“ کے شاید سچے معنی معلوم نہ ہوں۔ میں کوئی وضاحت نہیں کروں گی، بس، میرا استعفا فوراً منظور کیا جائے۔ منظور نہیں کیا جائے گا تو بھی میں اب دفتر نہیں آؤں گی۔“

استغنے ہی سے وقار کو معلوم ہو سکا کہ اس لڑکی کا نام دیا تھا۔

سیکریٹری بولا۔ ”اس بارے میں جی ایم صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“

”ضرورت نہیں ہے ملنے کی۔ ان سے کبہ دینا کہ یہ استعفا منظور نہیں کیا جائے۔“

”اس نے لکھا ہے کہ استعفا منظور نہ ہونے کی صورت میں بھی وہ اب دفتر نہیں آئے گی۔“

”پڑھ چکا ہوں میں۔“ وقار نے سیکریٹری کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”تم سے جو کہا گیا ہے، وہ کرو۔“

”اوکے سر!“

سیکریٹری تیزی سے چلا گیا۔ دیا کا استعفا وقار نے اسے دے دیا تھا تا کہ وہ جی ایم کو واپس کر دیا جائے۔

☆☆☆

فرحان کو گھر میں جب بھی تنہائی ملتی، ماضی کی یادیں اس کے دماغ میں اٹھ اٹھتی۔ اسے دیا سے دوسری ملاقات بھی یاد آتی جو اتفاقاً ہوئی تھی۔

تیسرے پہر کے بعد وہ کار میں ذوالفقار کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ ایک شاپنگ پلازا کے سامنے سے گزرتے ہوئے ذوالفقار نے اسے چونکا دیا۔

”دیا۔“ اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

فرحان نے جلدی سے ادھر دیکھا۔ دیا کوئی چھوٹا موٹا سامان خرید کر باہر نکل رہی تھی۔ فرحان نے جلدی سے کہا۔ ”پلیز ذوالفقار! تم اتر جاؤ کار سے۔“

”کیسی کر لیتا۔“ ذوالفقار ہنسا۔ ”لفٹ دو گے اسے؟“

”میں تو اس دن سے اس کے گھر کے پتھر کاٹ رہا ہوں۔“ فرحان نے کار روک دی تھی۔ ”پلیز، زلی!“

”محبت زندہ باد۔“ ذوالفقار ہنسا ہوا کار سے اتر گیا۔

فرحان نے شیشے میں دیکھا، دیا مخالف سمت میں جا رہی تھی۔ اس سڑک پر یوٹرن لینا آسان نہیں تھا لیکن فرحان نے کسی نہ کسی طرح یہ کام کر ہی لیا۔ اب وہ دوسری طرف کی فٹ پاتھ کے قریب سے آگے بڑھ رہا تھا۔ آگے بس اسٹاپ تھا۔ دیا شاید وہیں جا رہی تھی۔

فرحان بس اسٹاپ آنے سے پہلے دیا کے قریب پہنچ گیا۔ ”ہیلو دیا!“ وہ قدرے بلند آواز میں بولا۔

دیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی کار کی طرف آئی۔ فرحان نے کار روک دی تھی۔

”کہاں جا رہی ہو؟“ فرحان نے پوچھا۔

”ابھی تو بس اسٹاپ ہی کی طرف جا رہی ہوں۔ گھر کا ارادہ ہے۔“

”میں نے تمہیں شاپنگ پلازا سے نکلے دیکھا تھا۔ آؤ بیٹھو، میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔“

دیا نے لکھنے سے فرحان کے برابر کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ فرحان نے کار چلا دی۔

دیا بولی۔ ”مجھے کئی بار تمہارا خیال آچکا ہے۔ بہت غصہ آتا تھا مجھے خود پر۔ میں نے نہ تو تمہارا موبائل نمبر لیا تھا، نہ اپنا تمہیں دیا تھا۔“

”مجھے بھی افسوس تھا اس کا۔ تمہارا نمبر میرے پاس ہوتا تو میں تمہیں فون کر چکا ہوتا۔“

”گھر آ جاتے۔ وہ تو تم نے دیکھا ہی تھا۔“

”بس، کوئی خیال تھا ذہن میں کہ گھر نہیں آیا۔“

”خیال ایک ہی ہو سکا ہے کہ میں سے سوچوں کہ تم میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔“ دیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کچھ ایسی ہی بات تھی۔“ فرحان نے کسی قدر جھنجھپ کر کہا۔

”نہیں ہونا چاہیے تھی۔ ہم ایک ہی ملاقات میں اچھے دوست بن گئے تھے۔“

”ہاں۔“ فرحان نے کہا۔ ”وہ ملاقات بہت اچھی تھی۔ مجھے بعد میں یوں لگتا رہا کہ ایک چمکیلا ستارہ میرے قریب سے گزر گیا۔“

”باتیں اچھی کرتے ہو۔ اسی لیے تو تم مجھے یاد آتے رہے۔ مجھے تمہارا یہ جملہ اب بھی یاد ہے کہ آگے کے بجائے پیچھے جانے کو ترقی کہنا معنیٰ خیز ہے۔“

”بس، یوں ہی کی بک کر لیتا ہوں۔ تم اپنا موبائل نمبر بتاؤ۔ ان باتوں میں آج شاید پھر اس کا خیال نہ رہے۔“

دیا نے اپنا موبائل نمبر بتایا۔

فرحان بولا۔ ”اس طرح یاد رکھ رہے گا؟“ اس نے اپنا موبائل نکال کر دیا کی طرف بڑھایا۔ ”اس میں لکھ دو۔“

دیا نے ایسا ہی کیا اور فرحان سے اس کا نمبر پوچھ کر اپنے موبائل میں سیو کر لیا۔

”تم کس کے ساتھ رہتی ہو؟“ فرحان نے پوچھا۔

”ایک بوڑھی ملازمہ کے ساتھ۔“

”کیا مطلب..... ملازمہ کے ساتھ؟“

”ہاں۔“ دیا کسی قدر افسردگی کے ساتھ سنجیدہ ہوئی۔ ”والدین اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ ورثے میں بس ایک گھر مل گیا ہے۔ گزر اوقات کے لیے ایک معمولی سی ملازمت کرتی ہوں۔“

”معمولی ملازمت میں ملازمہ کو کیا دے پاتی ہوگی؟“

”وہ گھر میں اس وقت کی ملازم ہے جب میں بہت چھوٹی تھی۔ اسے کچانے اور کپڑے کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بیوہ ہی تھی جب ہمارے گھر میں ملازم ہوئی تھی۔ مجھے کوئی اچھی ملازمت مل گئی تو اس کا زیادہ خیال رکھ سکوں گی۔“

”تو کسی اور ملازمت کی تلاش میں بھی ہو؟“

”ہاں۔ میں ترقی کرنا چاہتی ہوں۔“ دیا نے کہا پھر بس کر بولی۔ ”مجھے کی طرف نہیں، آگے کی طرف ترقی۔“

فرحان ہنس دیا۔ ”تم میرا جملہ رٹ لیا ہے۔“

”اچھا جملہ ہے نا۔“ دیا نے کہا پھر پوچھا۔ ”تم کیا کرتے ہو؟“

”مڑے کرتا ہوں۔“ فرحان ہنسا۔

”کیا مطلب؟“

”میرے حالات تمہارے حالات کے برخلاف ہیں۔ میرے والدین کا بھی انتقال ہو چکا ہے لیکن والد اتنا چھوڑ گئے ہیں کہ مجھے کوئی کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔“

”تعلیم کتنی حاصل کی ہے؟“

”سندھ یافتہ آرکیٹیکٹ ہوں۔“

”پھر تو تمہیں کچھ کرنا چاہیے۔ انسان اپنا کوئی مقام تو بنائے۔ صرف پچاسی تو سب کچھ نہیں ہوتا۔“

”مجھے کوئی دلچسپی نہیں اپنا مقام بنانے سے۔ لو، تمہارا گھر بھی آ گیا۔“

فرحان نے کہا۔ ”اس وقت نہیں۔“ فرحان نے کہا۔ ”پھر کسی دن میں بلائے آؤں گا۔“ دیا نے کہا۔ ”میری فرحان! میں صرف ہوسکتی ہے؟“

”دفتر سے چھٹی کے بعد ملو۔“

”میں میں دفتر تو جاؤں گی ہی نہیں۔ چھٹی لے لی ہے۔ ایک ذاتی کام ہے۔“

”ایسا کیا کام آن پڑا؟“

”میں نے کہا کہ ذاتی کام ہے۔“ دیا نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”وہی فون پر تو رابطہ ہے گا۔ کسی دن کہیں مل بیٹھنے کا پروگرام بنالیا جائے گا۔“

”اچھا، جیسا تم کہو۔“

فرحان کا کئی تو چاہا تھا کہ اس کے گھر میں جائے، کافی ہے اور اس سے باتیں کرے لیکن اس نے سوچا تھا کہ دیا یہ نہ سمجھ لے کہ وہ اس کا بوجھ نہ ہوتا جا رہا ہے۔ دیا کے گھر سے وہ ذوالفقار کے گھر پہنچا جہاں وہ موجود تھا۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا۔ دیا اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی۔ اسے اس وقت بھی اپنا دوست فرحان یاد آ رہا تھا۔

اس کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ اس کے ان خیالات کا سلسلہ موبائل فون کی لکھنے سے ٹوٹا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا کہ زینت ہی کی کال ہوئی لیکن اسکرین پر اسے ایک ایسی نمبر دکھائی دیا۔ ایک ایک اسے خیال آیا کہ فرحان نے اسے اپنے نمبر سے فون کیا ہے۔ اس نے جلدی سے کال ریسیو کی۔ ”ہیلو!“

”ہیلو! دیا بول رہی ہو؟“ ایک ایسی آواز نکلی۔

وہ حیران ہوئی کہ اسے ہیلو کہنے والا کون ہو سکتا ہے؟

”جی۔“ وہ بولی۔ ”میں دیا ہی بول رہی ہوں۔“

”ہیلو! میں وقار کا والد بول رہا ہوں۔“

دیا حیران ہوئی۔ وقار کے باپ کا اسے فون کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اور اسے اس کا نام اور فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”یقیناً تم حیران ہو رہی ہوگی کہ میں نے تمہیں فون کیوں کیا جبکہ تم میرے بچے کو بہت گہری گہری سناہتی ہو۔ تم نے اس کی ہنسی سے استفادہ بھی دے دیا ہے لیکن وہ اس نے منظور نہیں کیا۔ وہ مجھے سارا واقعہ سنا چکا ہے اور اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہے جس کی وجہ سے تم نے اسے بہت کچھ ڈالا تھا۔ تم نے اسے بہت اچھا سنا دیا ہے۔ تم میں سے بہت خوش ہوں۔“

اسے بہت اچھا سنا دیا ہے۔ تم میں سے بہت خوش ہوں۔“

اسے بہت اچھا سنا دیا ہے۔ تم میں سے بہت خوش ہوں۔“

اسے بہت اچھا سنا دیا ہے۔ تم میں سے بہت خوش ہوں۔“

نئی! میری خواہش ہے کہ تم سے ملوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وقار میرے سامنے تم سے معافی مانگے۔ تم کل شام کی چائے میرے گھر پر بیٹا پسند کر دو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔

دیبا نے دم بخود رہ جانے والی کیفیت میں سب کچھ سنا۔ اس کے ذہن میں یہ بھی آیا کہ وہ وقار کا باپ ہونے کے ناتے اس کے لیے ایک بزرگ ہے۔ اس نے انہیں سلام کیا۔

”جیتی رہو۔“ وقار کے باپ نے کہا۔ ”خوشیاں ہمیشہ تمہارے قدم چومیں۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا تم کل شام کو میرے گھر آؤ گی؟“

جواب دیتے ہوئے دیا ہنچکا مٹی۔

دیبا کی خاموشی پر وقار کے باپ نے مزید کہا۔ ”میں تم پر کوئی دباؤ تو نہیں ڈال سکتا مٹی! لیکن تم نے انکار کیا تو مجھے افسوس ضرور ہوگا۔“

”آپ میرے بڑے ہیں، بزرگ ہیں۔“ دیبا نے کہا۔ ”میں بڑوں کی بات ٹالنا اچھا نہیں سمجھتی۔ میں حاضر ہو جاؤں گی۔“

”خوش رہو۔ کل شام پانچ بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔“ وقار تو کبھی بھی بہت رات تک مصروف رہتا ہے۔ اس پر صرف کام کی دھن سوار رہتی ہے لیکن میں اس سے آج ہی کہہ دوں گا کہ وہ کل شام گھر پر ہے۔

”جی۔“ دیبا اور کچھ نہیں کہہ سکی۔

”تم نے وقار کا گھر دیکھا ہے؟“

”جی نہیں۔“

”تو میں تمہیں بتاتا دیتا ہوں۔“

”جی بتائیے۔“

وقار کے باپ نے پتا بتایا جو دیبا نے لکھ لیا۔ اس بات چیت کے بعد دیبا نے فوراً زینت کو فون کیا اور اسے ساری بات بتائی۔

”واہ۔“ زینت نے بے اختیار کہا۔ ”یہ تو بڑی بات ہے کہ تمہارے ادارے کا مالک شرمندہ ہے اور تم سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔ تم اس کے باپ کے فون کی لائن رکھو۔“

”وقار کا سامنا کرتے ہوئے مجھے ہجک ہوگی۔“

”لیکن تمہیں جانا چاہیے۔“

”میرا استعفا منظور نہیں کیا گیا ہے لیکن میں دفتر تو نہیں جاؤں گی۔“

”نہ جانا لیکن وقار کے گھر ضرور جانا۔“

”تم بھی میرے ساتھ چلو۔“

”مناسب نہیں ہوگا۔ صرف تمہیں مدعو کیا گیا ہے۔ دوسرے کل شام کو ایک صاحب ڈیڑی سے ملنے آ رہے ہیں۔ وہ کوئی عمارت فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ڈیڑی چاہتے ہیں کہ میں اس عمارت میں فوراً اسکول کھول لوں۔“

”تو کالج کا کیا ہوگا؟“

”میں کالج کے بعد اسکول جایا کروں گی۔ فی الحال وہاں کے لیے کسی کوپریل بھی رکھا جاسکتا ہے۔ ڈیڑی سے میری بات ہو چکی ہے۔ میں فی الحال اسکول کی سینڈشٹ شروع کروں گی۔“

”مجھے موقع ملا تو میں وقار سے تمہارے اسکول کے افتتاح کی بات بھی کروں گی۔“

”یہ تو بہت اچھا ہوگا۔“ زینت نے خوش ہو کر کہا۔

”اگر وقار نے افتتاح کیا تو میرا اسکول جلد ہی مشہور ہو جائے گا۔“

”جب وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے تو افتتاح کی بات بھی مان جائے گا۔“

”اچھا اب کل بتاؤں گی کہ وہاں کیا باتیں ہوئیں۔“

”ضرور بتانا۔“

دیبا نے رابطہ منقطع کیا اور اس خیال سے مسکراتے مٹی کہ وقار سے اس کی باتوں کا کوئی مٹی نتیجہ نہیں نکلا بلکہ اسے مثبت کہا جاسکتا تھا۔

دوسرے دن اسے کور میٹر ملا جو اس کے دفتر سے بھیجا گیا تھا۔ اس نے لفافہ چاک کیا۔ اس میں اس کا استعفا اور جی ایم کا مختصر خط تھا۔

”دیا! تمہارا استعفا صاحب (وقار عالم) نے مسترد کر دیا ہے۔ انہی کے حکم سے میں تمہیں یہ واپس کر رہا ہوں۔ دفتر ضرور آنا۔“

اس تحریر کے نیچے جنرل منیر کے دستخط اور ادارے کی مہر تھی۔

دیبا بڑبڑائی۔ ”آج تو نہیں جاؤں گی۔“ ویسے بھی دفتر کا آدھا وقت گزر چکا تھا۔

شام کو وہ وقار کے گھر پہنچی مٹی۔ برآمدے ہی میں وقار اس کا منتظر تھا۔ غالباً باپ ہی نے اسے حکم دیا ہوگا کہ وہ دیا کور میٹر لے کر۔

”سواری دیا!“ وقار نے کہا۔ ”میں اپنے روتے پر شرمندہ ہوں۔“

”چھوڑے میرا رات مٹی، بات مٹی۔“

وقار اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ وہاں وہیل چیئر

کا یا کلب پر قبضہ موجود تھا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ میرے والد ہیں۔ اور ڈیڑی یہ۔“

”دیا! میں۔“ اس کے والد نے مسکرا کر اس کی بات پوری کر دی اور بھر دیا سے کہا۔ ”آؤ مٹی! مجھے خوشی ہوئی کہ تم آئیں۔ آؤ، بیٹھو۔“

دیا اور وقار بیٹھ گئے۔ دیبا نے اس کے باپ کو سلام کیا تھا اور دعائیں لی تھیں۔

”سب سے پہلے تو تم دیا سے معافی مانگو۔“ وقار کو باپ سے حکم ملا۔

”ماں جگ چکا ہوں، ڈیڑی!“

”میرے سامنے مانگو۔“

”ارے اب چھوڑیے بھی انکل!“ دیا بولی۔

لیکن وقار نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور دیا کی طرف دیکھتے ہوئے ”سواری“ کہا۔

”تم بہت ہی اچھی لڑکی ہو دیا! تم میرے بیٹے کے ذہن میں انقلاب لے آئی ہو، لو چائے ہو۔ میں نے پہلے سے سب تیار کر دالی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ تم آؤ گی۔“

تپائی پر چائے کے ساتھ اور نہ جانے کیا کیا تھا۔

”بہت تکلف کرو ڈالا آپ نے۔“ دیا بولی۔

”کچھ بھی نہیں۔ شروع کرو۔“

دیبا نے ایک پلیٹ اٹھا کر وقار کے والد کو دی۔ دوسری پلیٹ وقار کو دینا چاہتی تھی کہ وہ ”ایکسیکو ڈی“ کہہ کر اٹھ گیا۔ اس کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔ وہ موبائل کی کال ریسیو کرتے ہوئے وسیع ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں چلا گیا جہاں سے اس کی آواز اس کے والد یا دیا کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

”بس، یہ ہے۔“ وقار کے والد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”دو موبائل اس کی جیب میں رہتے ہیں۔ ایک بر بات فتم نہیں ہوتی کہ دوسرا موبائل بیٹے لگتا ہے۔ ہر کال کی نہ کی کام کے بارے میں ہوتی ہے۔ کام اور بس کام۔ مشین بن کر رہ گیا ہے۔ اسی لیے شادی کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ شادی سے کام کا حرج ہوگا لیکن اب میں اس کی زندگی میں تبدیلی لانا چاہتا ہوں۔“

”بے شک۔“ دیبا نے کہا۔ ”کچھ وقت انسان اپنے آپ کو بھی دے۔“

”اچھی بات کہی تم نے۔ میں ان دنوں اس کی شادی کے بارے میں شجیدگی سے سوچ رہا تھا۔“

”لڑکیاں دیکھ رہے ہوں گے ان کے لیے؟“

”ہاں۔۔۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے بزرگ کون کون ہیں؟“

”اے آپ میری بد قسمتی کہہ لیجیے کہ میرا کوئی بزرگ نہیں۔“ دیا نے جواب دینے کے بعد اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

وقار کے والد نے افسوس کا اظہار کیا پھر کہا۔ ”وہ ہوتے تو میں ان سے کچھ خالص باتیں کرنا۔“

”خالص باتیں۔۔۔ میں سمجھتی نہیں؟“

”ابھی تم نے کہا تھا کہ میں اس کے لیے لڑکیاں دیکھ رہا ہوں۔“

”جی۔“

”لیکن مجھے ان میں سے کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔“

”آپ کس قسم کی لڑکی چاہتے ہیں؟“

”بالکل تمہارے جیسی۔“

دیا چپ رہ گئی۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ یہ بات کس طرف جانے والی ہے۔ اس کا خیال درست بھی ثابت ہوا۔

وقار کے والد بولے۔ ”تم وقار کی شریک زندگی بن جاؤ تو کیسا رہے گا۔“

دیا پہلے تو کچھ شٹا مٹی پھر بولی۔ ”چونکہ میں بزرگوں کے سامنے سے محروم ہوں اس لیے ہر قسم کی بات بڑی بے تکلفی سے کہہ ڈالتی ہوں۔“

”کہہ ڈالو۔“

”میں شادی اس شخص سے کروں گی جسے اچھی طرح سمجھ لوں اور جو مجھے اچھی طرح سمجھ لے۔ وہ شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں اگر فریقین ایک دوسرے سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔ وقار سر کو میں نے آج دوسری بار دیکھا ہے اور انہوں نے بھی مجھے دوسری بار دیکھا ہے۔ ام ایک دوسرے کے مزاج سے پوری طرح آشنا نہیں۔“

”تو آشنائی بڑھانی چاہئے۔ میں یہ کب چاہتا ہوں کہ تم فوری طور پر میری بات مان لوں۔ یہ بالکل درست کہا تم نے کہ فریقین کا ایک دوسرے کے مزاج سے پوری طرح آشنا ہونا چاہیے۔ تم اس کے لیے خاصا وقت لو۔ ہفتہ بھر، پندرہ دن، ایک مہینا یا اس سے بھی کچھ زیادہ۔“

”کیا آپ نے اپنے بیٹے سے بھی اس بارے میں بات کی ہے؟“

”کر چکا ہوں۔ بہت مضبوط الفاظ میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ وہ خوش قسمت ہوگا جسے دیا اپنا شریک زندگی بنائے۔“

”انہوں نے کیا جواب دیا؟“

”جی۔“

”لیکن مجھے ان میں سے کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔“

”آپ کس قسم کی لڑکی چاہتے ہیں؟“

”بالکل تمہارے جیسی۔“

دیا چپ رہ گئی۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ یہ بات کس طرف جانے والی ہے۔ اس کا خیال درست بھی ثابت ہوا۔

وقار کے والد بولے۔ ”تم وقار کی شریک زندگی بن جاؤ تو کیسا رہے گا۔“

دیا پہلے تو کچھ شٹا مٹی پھر بولی۔ ”چونکہ میں بزرگوں کے سامنے سے محروم ہوں اس لیے ہر قسم کی بات بڑی بے تکلفی سے کہہ ڈالتی ہوں۔“

”کہہ ڈالو۔“

”میں شادی اس شخص سے کروں گی جسے اچھی طرح سمجھ لوں اور جو مجھے اچھی طرح سمجھ لے۔ وہ شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں اگر فریقین ایک دوسرے سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔ وقار سر کو میں نے آج دوسری بار دیکھا ہے اور انہوں نے بھی مجھے دوسری بار دیکھا ہے۔ ام ایک دوسرے کے مزاج سے پوری طرح آشنا نہیں۔“

”بالکل وہی جو تم نے دیا ہے اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، وہ بھی اس سے کہہ چکا ہوں۔ تم دونوں ایک دوسرے سے ملو، چلو۔ ایک دوسرے کو سمجھو۔ تم میں سے کوئی ایک بھی مطمئن نہیں ہوا تو میں اس شادی کی موافقت نہیں کروں گا۔“

وقار اس وقت ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں کھڑا موبائل پر کسی سے بھونکنے لگا تھا۔

☆☆☆

فرحان وہ شام تو بھول ہی نہیں سکتا تھا جب وہ اور دنیا شہر کی خوبصورت جمیل کے کنارے ایک جنگل سے لگے جوں پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

”تموڑی ویر میں سورج غروب ہونے والا ہے۔“
دینا نے جمیل کے پاس سورج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اتفاق سے ہمارا شہر سندھ کے پاس نہیں ہے۔ طلوع وغروب آفتاب کا منظر تو وہاں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ لوگ تو عام طور پر کہتے ہیں کہ سورج پانی میں ڈوبنے والا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ آسمان کا سنہری قہار پانی کے اس پار گم ہونے والا ہے۔“

”تمہارے ایسے ہی منظر تو مجھے یاد رہتے ہیں فرحان! تمہاری اسی خوبی کی وجہ سے میں تمہاری دوست بنی ہوں۔“
”اور بانی سب خیریت ہے۔“ فرحان ہنسا۔

”کیا مطلب؟“
”تم بس میرے جملے ہی یاد کرتی رہتی ہو۔“
”تو اب کوئی اور بات کرتی ہوں۔“ دینا مسکراتے ہوئے بولی۔
”مگر بار سوچا تھا کہ تم سے پوچھوں گی لیکن دوسری باتوں میں بھول جاتی ہوں۔“

”تو اب پوچھ لو۔“
”تم بھی اپنی بوی کے ساتھ نظر نہیں آئے۔ نہ کبھی اس کا ذکر کیا۔“

”جب بوی ہی نہ ہوتا تو اس کا ذکر کیا؟“
”تو کسی لڑکی سے محبت کرتے ہو؟“

”ہاں، بہت خوبصورت ہے وہ۔“ فرحان نے کہا۔
”لیکن میں آج تک اس سے اظہار محبت نہیں کر سکا۔“

”کتنی خوبصورت ہے وہ؟“
”الفاظ اس کی خوبصورتی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ بس تعریف کر سکتا ہوں اس کی۔ اس کے ہونٹ مجھے دیکھتے ہوئے شرار سے لگتے ہیں اور جب وہ ہنسی سے تو مجھے ابرا لگتا ہے جیسے دیکھتے ہوئے لالہ میں موتیا کے پھول چٹکنے لگے ہوں۔“

”تو تم اس کے حسن سے اتنا مرعوب ہوئے ہو کہ اظہار محبت بھی نہیں کر سکتے۔“

”مرعوب تو نہیں ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ وہ مسترد نہ کر دے۔ تم اندازہ لگاؤ، کیا وہ مجھے قبول کر لے گی؟“

”یہ میں کیسے کہہ سکتی ہوں فرحان! میں نے اسے دیکھا تک نہیں ہے۔ دیکھ بھی لوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اصل بات تو مزاح کی ہوتی ہے۔“

”افرض کر لو کہ وہ تمہارے جیسی ہے۔“ فرحان نے کسی قدر حوصلے دل کے ساتھ کہا۔

”کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟“
”ولی خواہش تو یہی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں قبول نہیں کرے گی۔“
فرحان کو اپنا دل بیٹھا ہوا سا لگا۔ ”کیوں؟“
”تم نے بتایا کہ وہ میرے جیسی ہے۔“

”تو؟“
”میں تو کسی ایسے شخص سے شادی کروں گی جو سلیف میڈ ہو۔ اس کا کچھ نام ہو، کچھ پہچان ہو اور تم میں یہ خوبیاں نہیں ہیں۔ آرکیٹیکٹ ہو کر بھی کچھ نہیں کرتے۔ تمہیں کوئی بھی کام کرنا چاہیے۔ اپنی کوئی پہچان بناؤ، اپنا کوئی مقام بناؤ۔ اس کے بغیر کوئی کسی کی اتنی عزت نہیں کرے گا کہ وہ عزت محبت میں تبدیل ہو جائے۔“

فرحان کا دل ڈوب گیا۔
”چلو۔“ دینا نے مڑتے ہوئے کہا۔ ”دیے بھی ہم نے یہاں کافی وقت گزار لیا۔“

”ہوں۔“ فرحان نے محسوس کیا کہ اس کے لیے کچھ بولنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

جب وہ دونوں کار میں وہاں سے روانہ ہوئے تو دنیا بولی۔ ”اچانک تم چپ چپ سے ہو گئے۔“

”تم نے بات ہی ایسی کی۔“
”کیا بات؟“

”تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے قبول نہیں کرے گی۔“

”ہاں۔“ دینا نے کہا۔ ”مگر وہ مجھ جیسی ہے تو تمہیں قبول نہیں کرے گی۔ میں بتا چکی ہوں کہ میں کس قسم کے آدمی سے شادی کرنا پسند کروں گی۔“

”اور یہ خاموشی رہی۔“
”تم بھر چپ ہو گئے۔“ دینا بولی۔ ”کیا میری بات بُری لگی؟“

فرحان نے جھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”یہی

کا کیا کلپ

”سوچو اور پھر اس پر عمل بھی کرو۔“
دینا کو اس کے گھر پر ڈراپ کر کے فرحان جب اپنے مکان پر پہنچا تو کھوٹا کھوٹا سا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ ڈو الفکار اتفاق سے وہاں موجود تھا۔
”اتفاق مگر راز کر آئے ہو اس کے ساتھ۔ تمہیں تو خوش نظر آتا چاہیے تھا۔“

”بات کچھ ایسی ہی ہوئی کہ میرا دل ڈوب رہا ہے۔“
فرحان نے کہا اور پھر وہ ساری باتیں بتا دیں جو دینا نے کی تھیں۔

ڈو الفکار بولا۔ ”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس کا کوئی ایسا ہوا ہے فریڈ سے جو اس کی سولی پر پورا اترتا ہے۔“

”یہ بات تم نے اس دن کہا تھی جب اس نے اپنی پرل مجبوری کی بات کی تھی۔“

”ہاں۔“
”اور اس دن میں نے اس کا بچھا کیا تھا۔ وہ کسی بوائے فریڈ سے ملنے نہیں گئی تھی۔ وہ گریٹ ہے زلی اور ایک تہیم خانہ میں گئی تھی۔ اس نے تہیم بچوں کے ساتھ خاصا وقت گزارا تھا۔ ان میں پھول اور مشائیاں تھیں۔“

”اس سے تو واقعی۔“ ڈو الفکار کچھ کہتے کہتے چپ

”تمہارا۔“ فرحان۔
”کچھ دیر بعد فرحان نے دونوں خط ایک لفافے میں رکھ کر ڈو الفکار کے پتے پر کوریئر کر دیے۔ اپنی کار گھر پر ہی چھوڑی اور اپنے دوست کیس کے ساتھ ایک ٹیکسی میں اتر پورٹ روانہ ہو گیا۔

فرحان اپنے خیالوں میں ڈوب گیا۔ اس نے ڈو الفکار سے بات مکمل کرنے کے لیے نہیں کہا۔

فرحان نے دوسری صبح ایک ٹریول ایجنسی کو فون کر کے فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کر لی۔ فلائٹ میں اس وقت دیر تھی۔ فرحان نے ایک مختصر خط دینا کے نام اور

چند سطریں ڈو الفکار کے نام لکھیں۔
”ڈیئر ڈو الفکار! معاف کرنا۔ تم سے ملے بغیر اس

شہر سے جا رہا ہوں۔ اب اسی وقت واپس لوٹوں گا جب کچھ بن جاؤں گا۔ میں اپنا فون نمبر بھی بدل لوں گا۔ میں اب کسی سے بھی رابطے میں رہتا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے۔ ایک خط دینا کے نام نہیں دے کر جا رہا ہوں۔ اسے دے دیتا۔“

”تمہارا۔“ فرحان۔
”کچھ دیر بعد فرحان نے دونوں خط ایک لفافے میں رکھ کر ڈو الفکار کے پتے پر کوریئر کر دیے۔ اپنی کار گھر پر ہی چھوڑی اور اپنے دوست کیس کے ساتھ ایک ٹیکسی میں اتر پورٹ روانہ ہو گیا۔

فرحان نے اپنے خیالوں میں ڈوب گیا۔ اس نے ڈو الفکار سے بات مکمل کرنے کے لیے نہیں کہا۔

فرحان نے دوسری صبح ایک ٹریول ایجنسی کو فون کر کے فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کر لی۔ فلائٹ میں اس وقت دیر تھی۔ فرحان نے ایک مختصر خط دینا کے نام اور

چند سطریں ڈو الفکار کے نام لکھیں۔
”ڈیئر ڈو الفکار! معاف کرنا۔ تم سے ملے بغیر اس

شہر سے جا رہا ہوں۔ اب اسی وقت واپس لوٹوں گا جب کچھ بن جاؤں گا۔ میں اپنا فون نمبر بھی بدل لوں گا۔ میں اب کسی سے بھی رابطے میں رہتا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے۔ ایک خط دینا کے نام نہیں دے کر جا رہا ہوں۔ اسے دے دیتا۔“

فرحان نے اپنے خیالوں میں ڈوب گیا۔ اس نے ڈو الفکار سے بات مکمل کرنے کے لیے نہیں کہا۔

فرحان نے دوسری صبح ایک ٹریول ایجنسی کو فون کر کے فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کر لی۔ فلائٹ میں اس وقت دیر تھی۔ فرحان نے ایک مختصر خط دینا کے نام اور

چند سطریں ڈو الفکار کے نام لکھیں۔
”ڈیئر ڈو الفکار! معاف کرنا۔ تم سے ملے بغیر اس

شہر سے جا رہا ہوں۔ اب اسی وقت واپس لوٹوں گا جب کچھ بن جاؤں گا۔ میں اپنا فون نمبر بھی بدل لوں گا۔ میں اب کسی سے بھی رابطے میں رہتا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے۔ ایک خط دینا کے نام نہیں دے کر جا رہا ہوں۔ اسے دے دیتا۔“

فرحان نے اپنے خیالوں میں ڈوب گیا۔ اس نے ڈو الفکار سے بات مکمل کرنے کے لیے نہیں کہا۔

فرحان نے دوسری صبح ایک ٹریول ایجنسی کو فون کر کے فلائٹس کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر ایک فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کر لی۔ فلائٹ میں اس وقت دیر تھی۔ فرحان نے ایک مختصر خط دینا کے نام اور

چند سطریں ڈو الفکار کے نام لکھیں۔
”ڈیئر ڈو الفکار! معاف کرنا۔ تم سے ملے بغیر اس

نزدیم اقبال

ایک دنوں پاراک جزیرہ

ایک دنوں کھے جزیرے کا احوال جہاں کے موسم، جہاں کے لوگ، جہاں کس رسمیں سب سے الگ، سب سے جدا ہیں۔ چار جانب سمندر درمیان میں بسا انوکھا جزیرہ۔

مرکزیت کے مقامات پر ملاحظہ کریں

سبس ڈائجسٹ 209 جون 2023

آدھے گھنٹے بعد وہ اس شہر سے پرواز کر چکا تھا۔
☆ ☆ ☆
دینا دفتر پہنچی ہی تھی کہ اسے وقار نے اپنے کمرے میں بلا لیا۔

”تم نے استغاثہ ای ایم کو واپس کر دیا؟“
”جی۔“

”میں ابھی اسے فون کرتا ہوں کہ استغاثہ منکھور کر لیا جائے۔“
”لیکن میں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہتی ہوں۔“

”ضروری نہیں کہ یہیں کرو۔ میں آج ہی ایک کپنی میں تمہارا بندہ دست کر دوں گا۔ وہ بھی میری کپنی سے کمزور نہیں ہے۔ وہاں تمہیں یہاں سے دینی خواہ ملے گی۔“
”ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں آپ؟“

”یہ میں اس لیے چاہتا ہوں کہ آئندہ کوئی تمہیں میرے ساتھ دیکھے تو یہ نہ کہہ سکے کہ میں اپنی کپنی کی ایک ملازم کے ساتھ گھوم رہا ہوں۔“
”مجھے۔“ دینا خفیف سا مسکرائی۔

”دوسری کپنی کا مالک میرا پرانا دوست ہے۔ میں اس سے ابھی فون پر بات کر چکا ہوں۔ تمہیں ابھی اس کے نام ایک پرچہ لکھ کر دوں گا۔ تم ابھی جا کر اس سے مل لیتا۔“
وقار جواب کا انتظار کیے بغیر پرچہ لکھنے لگا۔

”یہ لے جاؤ۔“ اس نے پرچہ دینا کو دے دیے ہوئے کہا۔ ”اور اب تم مجھے آپ کہہ کر مخاطب نہیں کرو گی بلکہ تم کوہی۔ اب ہم دوست ہیں۔ شام سے ہم اپنی دوستی کا آغاز کریں گے۔“ اس نے ایک اچھے..... ریسٹورنٹ کا نام لیا۔ ”چھ بے تک وہاں پہنچ جانا۔“

”جیسا آپ کہیں۔“
”پھر آپ؟“

دینا ہنسی۔ ”تم کہنے کی عادت پڑنے میں کچھ وقت تو لے لے۔“

”کوشش کرنا کہ یہ عادت جلد ہو جائے۔“ وقار مسکرایا۔ ”میں اب جاؤ۔“

”میں جاہوں کی کہ وہ ملازمت کل سے جوائن کر دی۔“
”میں ابھی اس بارے میں بھی اپنے دوست کو فون کر دیتا ہوں۔ ابھی جا کر اس سے مل تو لو۔“

دینا پرچہ لے کر وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس کے دماغ میں غلط فہمیاں تھیں۔ وہ ابھی نہیں تھی۔ کیا اس کے اور وقار کے مزاج میں ہم آہنگی ہو سکے گی؟ وہ دفتر پہنچ کر وقار کے دوست سے ملی۔ وہاں اس کا اپنا سٹنٹ لیٹر پہلے سے تیار

تھا۔ دوست کو وقار کا فون بھی موصول ہو چکا تھا کہ دینا اگلے دن سے دفتر آنا شروع کرے گی۔

وہاں سے دینا اپنے گھر روانہ ہو گئی۔ خاصی دیر آرام کرنے کے بعد اس نے زینت کو فون کیا۔ ”کانچ کے بعد فوراً مجھ سے ملو۔“

”کوئی اور چیز فرت؟“
”ہاں۔“

وقار کے والد سے ملاقات کی تفصیل وہ زینت کو بتا چکی تھی۔

”کانچ کے بعد میں گھر جا کر کچھ دیر بعد تمہارے پاس آؤں گی۔“ زینت نے کہا۔

”کوئی حرج نہیں۔“
دوپہر کو کھانے کے بعد دینا نے پھر اس وقت تک آرام کیا جب تک زینت نہیں آ گئی۔ اس نے آتے ہی کہا۔

”ضرور کوئی خوشگوار بات ہوئی ہے۔“
دینا نے اسے اس دن کی ساری بات بتا دی۔

”سب کچھ کن کر زینت نے کہا۔“ میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں۔ تم ایسے ہی شخص کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی تھیں جو اپنا کوئی مقام رکھتا ہو، جس کا کوئی نام ہو۔ کیا وقار دینا نہیں ہے؟“

”دینا تو ہے لیکن بات مزاج کی بھی تو ہے۔ وہ مشین کی طرح کام کرنے کا عادی ہے۔ کیا مجھے وقت دے سکے گا؟ آج مجھے بہت ہی شدت سے فرحان یاد آ رہا ہے۔ وہ ہوتا تو میں اسے بھی صورت حال بتاتی۔ میرا وہ پیارا دوست صحیح طور سے میری راہنمائی کرتا۔“

”چند ملاقاتوں میں وقار کو تم بھی سمجھ لو گی۔ اس معاملے میں کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ تم بہت لگی ہو دینا! اور نہ جانے کتنی لڑکیاں اس سے شادی کی خواہش مند ہوں گی۔“

”ان لڑکیوں کو وقار کی صرف دولت نظر آرہی ہو گی۔“ دینا نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”دیکھو کیا ہوتا ہے۔“

”اس سے ملنا تو شروع کرو۔“
دینا نے سر ہلادیا۔

”شام کو وہ اس ریسٹورنٹ میں تھی جہاں وقار نے اسے بلا لیا تھا۔ وہ چھ بیٹے میں پانچ منٹ پر ہی وہاں پہنچی تھی۔ اسے کوفت ہوئی کہ وقار پندرہ منٹ کی تاخیر سے آیا۔

”سوری دینا! اس نے آتے ہی کہا۔“ عین وقت پر ایک بزنس مین کا فون آ گیا تھا۔“

”لیکن وقت کی پابندی بھی ضروری ہے۔“ دینا نے بے جھجک کہا۔
”میں سوری تو کر چکا ہوں..... کچھ پیام نہ؟“
”ابھی تو کچھ نہیں منگوا یا۔“

وقار نے فوراً اشارے سے ایک ویٹر کو بلا لیا اور پھر دینا سے پوچھ کر جوس منگوائے۔

”انسان سے زندگی بہت سے مطالبے کرتی ہے۔“
”تمہارے خیال میں وہ کیا ہیں؟“

”وقت کی پابندی، وعدے کا پاس، ترقی کے لیے کوشاں رہنا لیکن کچھ وقت اپنے آپ کو بھی دینا اور ہاں..... جھوٹ نہیں نہ بولنا۔“

”جھوٹ تو میں کبھی نہیں بولتا لیکن ترقی کے لیے کوشاں رہنے میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وقت کی پابندی نہیں ہو پاتی۔“

”بعض اوقات نا؟“
”ہاں۔“ وقار نے کہا۔ ”میری اس وقت کی تاخیر کو بھی تم بعض اوقات میں سے ایک وقت سمجھ لو۔“

دینا ہنس دی۔
”بہت دلکش فکری ہے تمہاری۔“ وقار نے کہا۔

”تمہارے اس جملے نے مجھے اپنے ایک بہت پیارے دوست فرحان کی یاد دلادی۔ اس نے اپنی محبوبہ کی فکری کے بارے میں ایک خوبصورت جملہ کہا تھا۔“

”وہ کیا تھا؟“
”اب وہ مجھے شیک سے یاد نہیں۔ شاعرانہ سا جملہ تھا۔“

”کبھی اس سے ملو آؤ۔“
”بہت دن ہوئے، وہ اس شہر سے کہیں چلا گیا۔

واپس آئے گا تو تم سے ملو آؤں گی۔“
”ابھی دوست ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔“

”میں اسے کبھی نہیں بھولتی۔“
”ابھی دوستوں کو بھولنا بھی نہیں چاہیے۔ کبھی اس لو کی سے ملی تو ہو گی جس سے وہ محبت کرتا ہے؟“

”نہیں۔“ دینا نے کہا۔ ”ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔“
”ایک بات یاد آئی۔ تمہاری وہ دوست اسکول کب کھول رہی ہے؟“

”پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ استقامت کے بعد کھولے گا لیکن حالات کچھ اس طرح بدلے کہ فوراً ہی کچھ ہو گیا۔ کل سے ہی کھلے گا اس اسکول۔“

”افتتاح کن کر رہا ہے؟“
”شاید اس کے والد کریں۔ اسے کوئی ایسا آدمی ملا ہی نہیں جیسا وہ چاہتی تھی۔“

”کیوں نہ نہیں گھومیں؟“ وقار بولا۔
”کہاں گھومیں گے؟“

”ایسے ہی..... بس ادھر ادھر..... میں نے فیصلہ کیا تھا کہ آج تمہارے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ گزاروں گا۔ ابھی تو آدھا گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔“

دینا تیار ہو گئی۔ مل ادا کر کے وہ وہاں سے نکلے اور کار میں بیٹھ کر ایک طرف چل پڑے۔
”آج موسم بھی خوشگوار ہے۔“ وقار بولا۔
”کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ دل کا موسم اچھا ہو تو سبھی موسم اچھے لگتے ہیں۔“

”بات تو ہے کہ ہے۔“
اسی وقت وقار کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے موبائل نکالا۔

”اوہ! موبائل کی اسکرین دیکھتے ہوئے اس کے منہ سے نکلا۔“
”کون ہے؟“ دینا پوچھ بیٹھی۔

”افس سیکریٹری ہے میرا۔“ اس نے جواب دیتے ہوئے کال ریسیو کی۔ ”ہاں..... کیا بات ہے؟ اچھا..... تو..... کیا قیادت ملے یا باپ؟“

وقار نے اپنی گھڑی دیکھی۔ ”دو گھنٹے..... پلو ایک ہے۔ میں ایک گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا۔ کیا نام بتایا تم نے ہوٹل کا؟ ہاں، وہاں تو میں ایک گھنٹے سے بھی پہلے پہنچ جاؤں گا۔“ اس نے موبائل بند کر کے جب میں ڈالا اور دینا سے بولا۔

”سوری دینا! ایک بہت ضروری کام آ رہا ہے۔ ایک امریکن بزنس مین آیا ہوا تھا کی دن سے۔ میں ایک ڈیل کے سلسلے میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن وہ دوسرے لوگوں میں اتنا گمراہ ہوا تھا کہ اس سے میری ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ اب وہ دو گھنٹے بعد امریکا واپس جا رہا ہے۔ کئی کروڑ ڈالر کی ڈیل کا معاملہ ہے۔ اس نے ابھی میرے سیکریٹری کو فون پر بتایا ہے کہ میں جلد از جلد اس سے ملنے پہنچ جاؤں۔ آج گھنٹے کا پروگرام کینسل کرنا پڑے گا۔ تمہیں میں تمہارے گھر پر ڈراپ کر کے چلا جاؤں گا۔“

دینا کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ چپ رہ گئی۔
وقار نے پھر موبائل نکالا اور کسی سے رابطہ کیا۔ دینا نے اس کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے سیکریٹری کو کچھ

ہدایات دے رہا تھا۔
دیا کو اس کے گھر پر کار سے اتارتے ہوئے اس نے
کہا۔ ”اب کل ملاقات ہوگی۔ میں دوپہر کو فون کروں گا
جہیں۔“

”ہوں۔“ دینا نے سر ہلانے پر استغاثہ کیا۔ وقار کی کار
قرآنے بھرتی ہوئی نکل گئی۔
دینا نے اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی زینت کو فون
کیا اور اسے وقار سے ملاقات کا سارا واقعہ بتایا پھر بولی۔
”اس نے میرے ساتھ وقت گزارنے کے لیے ڈیڑھ گھنٹے
کا وقت نکالا تھا لیکن گھنٹے بھر کا بھی ساتھ نہیں رہا۔ اس کے
لیے بزنس ہی سب کچھ ہے زینت! اس سے میرا انہماک مشکل
ہوگا۔“

”فضول بات۔“ زینت نے کہا۔ ”صرف ایک
واقعے کی وجہ سے جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ بات کروڑوں
کے بزنس کی ہے۔ اسے موقع نہیں گنونا چاہیے تھا۔ جہیں
اتنی جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔“
”تم بھی اس کی طرف دار نکلیں۔“ دینا نے منہ بتایا۔
”طرف داری کی بات نہیں ہے۔ معاملے پر
غصے دل سے غور کرنا چاہیے۔ اگر کسی وقت وہ معمولی سی
بات کے لیے جہیں نظر انداز کر دے تو بھی فوری طور پر کوئی
نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے۔ کچھ وقت گزرنے دو۔ آدمی کو اپنا
مزاج تبدیل کرنے میں کچھ وقت تو لگتا ہے۔“
”میرا خیال ہے کہ وہ نہیں بدلے گا۔“

”پھر وہی جذبہ بانی بات۔ میں کہتی ہوں کہ مرد کا مزاج
تبدیل کرنے کے لیے عورت کو بھی اپنا کردار ادا کرنا
چاہیے۔ تم بھی اسے اشاروں کنایوں میں سمجھاؤ کہ کیا
درست ہے اور کیا غلط ہے۔“
دینا نے اکتائے ہوئے انداز میں فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆
جس اسکول کا افتتاح ہونے والا تھا، اس کے سامنے
ایک سڑک بنتی تھی لیکن ابھی اس کی ابتدائی تیاری کی گئی تھی۔
روڑے اور بجری بچھا کر کسی وجہ سے اس دن کام روک دیا
گیا تھا جس سے قانکہ اٹھایا گیا۔ دیواریں بچھا کر ان پر
تالین بچھائے گئے تھے اور تالینوں پر مہمانوں کے لیے
کرسیاں لگائی گئی تھیں۔ بیشتر مہمان آپکے تھے لیکن کچھ
کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ زینت بڑی سرگرمی سے
انتظامات کا جائزہ لے رہی تھی۔

دینا اس وقت مسکرا دی جب وقار نے زینت کی پشت

پر اس کے قریب جا کر کہا۔ ”ایکسکوز می!“
زینت چونک کر مڑی اور وقار کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔
”سرا! آپ؟“

دینا وقار کے ارادے سے واقف تھی لیکن اس نے
سوچا تھا کہ زینت کو سر پر اترے تو اچھا لگے گا۔ وہ وقار کے
پچھے کھڑی تھی۔

”میں نے سوچا، اس موقع پر شرکت تو کرنی ہوں۔“
وقار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ
افتتاح اپنے والد سے کراہیں گی۔“
”اب اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سرا! زینت
جلدی سے بولی۔ ”میں ابھی اپنے والد کو بتاتی ہوں کہ آپ
آگئے ہیں۔“

”ارے نہیں۔ آپ.....“ وقار کو جملہ ادھورا چھوڑنا
پڑا کیونکہ زینت بڑی بے قراری سے اس کرسی کی طرف
بڑھ گئی تھی جہاں اس کے والد بیٹھے تھے۔
”اچھا لگا۔“ دینا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
وقار بھی مسکرا دیا۔

”کی لٹیش گمن چمک رہی تھیں۔ رپورٹرز آئے ہوئے
تھے۔ زینت اور اس کے والد تیزی سے وقار کے قریب آئے۔
”بڑی عزت افزائی کی آپ نے۔“ زینت کے والد
نے کہا۔

”میں اپنی فطرتی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔“ وقار نے کہا۔
زینت نے دیکھا تو گھورتے ہوئے کہا۔ ”تم سے میں
اچھی طرح سمجھوں گی۔ مجھے خبر رکھا تم نے۔ سر نے جہیں
تو بتادیا ہوگا۔“

وقار نے زینت کے والد سے کہا۔ ”آپ بزرگ
ہیں۔ افتتاح آپ ہی کیجیے۔“

”جی نہیں۔“ زینت کے والد نے کہا۔ ”میری بیٹی کی
خواہش پوری ہوگی تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔“

جلد ہی مہمان پورے ہو گئے اور وقار نے زمین کاٹ
کر اسکول کا افتتاح کیا۔ تالیاں بجتے لگیں۔ اس کے بعد
مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

وہاں سے واپسی پر دینا نے وقار سے کہا۔ ”زینت
بہت خوش ہوئی اور خوش تو میں بھی ہوئی کہ تم نے میری کوفت
کا ازالہ کر دیا۔“
”کوفت؟“

”ہاں۔“ دینا نے کہا۔ ”کل تم اچانک مجھے چھوڑ کر
چلے گئے تھے۔“

کلیا کلپ

”میں نے جہیں بتایا تو تھا کہ.....“
”وہ مجھے یاد ہے۔“ دینا نے اس کی بات کاٹی۔
”لیکن انسان کو صرف دولت کے لیے نہیں، اپنے لیے بھی
جینا پڑتا ہے۔ بڑی بات ہے کہ تم نے زینت کا دل رکھ لیا۔“

”اچھا کام کر کے انسان کو وہ خوشی حاصل ہوتی ہے جو
دولت کے حصول سے نہیں ملتی اور پھر تمہارے پاس کوئی کمی تو
نہیں رہی۔“
”خیر، ابھی تو میں جہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں گا۔ میں
نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج اتنا ہی وقت نکال سکوں گا۔
کل ہم جیل پر چلیں گے۔ وہاں کشتی پر سیر کریں گے۔“
”مجھے بہت اچھا لگے گا۔“

دینا کو اس کے گھر ڈراپ کر کے وقار چلا گیا۔ دینا
بہت خوش تھی۔ رات کو زینت اس سے ملنے آئی اور اس سے
پٹ گئی۔

”تم نے بڑا اچھا کام کرایا۔“
”میں نے نہیں کرایا۔“ دینا نے کہا۔ ”خود وقار ایسا
کرنا چاہتے تھے۔ وہاں سے واپسی پر وقار سے مختصر باتیں
ہوئیں لیکن میں نے دو ایک جملے چپکا ہی دیے۔“
”ایسا کرتی رہیں تم تو اسے دینا بنانے میں کامیاب
ہو جاؤ گی جیسا بنانا چاہتی ہو۔“
”کل جیل پر جانے کا پروگرام ہے۔ کشتی کی سیر کی
جانے گی۔“

”بس کسی طرح بھی اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ
وقت گزار دو۔“
”چند دن بعد وہ بیرون شہر بھی جانے والے ہیں۔
ملازمت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں بھی ان کے ساتھ جاتی۔ ویسے
وہ ایک ہی دن کے لیے تو جا رہے ہیں۔“

زینت کچھ دیر باتیں کر کے چلی گئی۔ دوسرے دن
دینا آفس سے فارغ ہونے کے بعد عمارت سے نکلی تو وقار
کار لیے اس کا منتظر تھا۔ کار میں وہ دونوں جھیل پینپے
نے کرائے کی ایک کشتی لے لی۔

جھیل کی سیر کرتے ہوئے دینا نے کہا۔ ”اب مجھے
محسوس ہو رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ رہنے کی عادی
ہو جاؤں گی۔ تم ایک دن کے لیے بھی شہر سے جاؤ گے تو میں
تمہاری کمی محسوس کروں گی۔“
”چند دن بعد جاؤں گا۔“
”جاؤ گے تو۔“

”بہت ہی ضروری کام ہے۔ اب تم کہو گی کہ.....“
”میں کچھ نہیں کہوں گی۔“ دینا نے اس کی بات
کاٹی۔ ”میں نے یہ تو بھی نہیں کہا کہ کام چھوڑ دو۔ کام تو
انسان کو کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے بغیر انسان اپنی
شناخت قائم نہیں رکھ سکتا۔ میرا کہنا صرف یہ ہے کہ انسان
کام ہی کا ہو کر نہ رہ جائے۔ جیسا کہ ان کی مشین نہ بنے۔
اپنے لیے بھی جیے اور دوسروں کے لیے بھی۔“
”کوشش تو کر رہا ہوں خود کو بدلنے کی۔“

ان دونوں کے درمیان مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی
رہیں۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔
کشتی کی سیر کے بعد جب وہ کار میں وہاں سے روانہ
ہوئے تو وقار بولا۔ ”ہاں، میں تمہیں ایک بات بتانا تو بھول
ہی گیا۔“

دینا نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
وقار نے کہا۔ ”میں نے جہیں جہاں ملازم کرایا ہے،
وہ خیر بہت پرانا دوست ہے۔ کل اس کی شادی ہے۔ اس
میں شرکت کرنا ہے۔ تم بھی چلنا۔“

”تم تو ایسی تقریبات میں شرکت ہی نہیں کرتے جن
میں وقت ضائع ہو؟“
”تم ہی تو سبق دے چکی ہو کہ ہمیں دوسروں کے لیے
بھی جینا چاہیے۔ تمہاری اس بات سے پہلے میں واقعی اس
قسم کی تقریبات میں شرکت نہیں کرتا تھا۔ بس فون پر مبارک
باد دے دیا کرتا تھا۔“

”خوشی ہوئی مجھے یہ سن کر۔“ دینا نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ ”اس قسم کی تقریبات میں تعلقات بھی بڑھتے ہیں اور
کسی وقت کسی سے کوئی بڑا کام بھی نکل جاتا ہے۔“
”میں دوسروں پر بھروسہ کرنے کا قائل نہیں رہا۔
خود ہی سوچ کر اقدام کرتا رہا ہوں لیکن اب تم نے کہا ہے تو
کروں گا۔“

”مجھے پھر خوشی ہوئی کہ تم میرے خیالات سے اتفاق
کرنے لگے ہو۔“
”اب تم مجھے ہمیشہ اپنے مزاج کے مطابق پاؤ گی۔“
”کس وقت چلنا ہے؟“

”رات کو پونے دس بجے میں جہیں پک کروں گا۔“
”میں تیار رہوں گی۔“
ڈراپ کرتے وقت وقار نے دینا کو ایک گفت دیا۔
”کیا؟“
”میری طرف سے تمہارے لیے پہلا تحفہ۔“

سپنس ڈائجسٹ 213 جون 2023

”کے کیا؟“

”مگر جا کر دیکھنا۔“

”پھر سنس؟“ دیا ہنس۔

وقار مسکرا کر رہ گیا۔

دیا نے مگر جا کر وہ سب کچھ نکالا جو شاپر میں تھا۔ ایک قیمتی ساڑھی اور سچے موتیوں کا ہار تھا۔ پہلے تو وہ سب کچھ دیکھتی رہی مگر اس نے زینت کو فون کیا۔ وہ اسے اپنے اور وقار کے بارے میں سب کچھ بتاتی تھی۔

دوسرے دن رات کو وقار اسے لینے آیا تو وہ اسی کی دی ہوئی ساڑھی میں بلوٹ گئی۔

وقار نے اسے بڑی محبت سے دیکھا۔ ”بہت اچھی اور باوقار لگ رہی ہو۔“

”اگر میں تمہاری پسندیدگی کا شکر یہ ادا کروں تو تم کہو گے کہ تو اپنا نیت کی بات نہیں ہوئی۔“

وقار ہنس دیا اور کار آگے بڑھائی۔

وہ شہر کا سب سے بڑا اور خوبصورت ہال تھا۔ وہاں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ دیا شیشا کر رہ گئی۔ استقبالیہ کمیٹی نے انہیں سب سے آگے کی روکے ایک بڑے صوفہ سیٹ پر بٹھایا۔ اس روکی ساری نشستیں بھر چکی تھیں۔ وہ صوفہ انہی دونوں کے لیے خالی تھا۔ اس پر دیکھا کہ وہیں موجود تھے اور اس پر نکاح خواں چڑھ رہا تھا۔

”ہم بالکل صحیح وقت پر پہنچے ہیں۔“ وقار نے کہا۔ ”تم نے ایک خاص بات محسوس کی؟“

”کی؟“

”آگے کی اس روٹک آتے آتے بہت سی ٹکا ہیں تم پر جم کر رہ گئی تھیں۔ جتنی بھی خواہن یہاں موجود ہیں، ان میں تم سب سے نمایاں ہو۔“

شریلی کی تھی۔ ”تم کہہ رہے ہو تو ایسا ہی ہوگا۔“ دیا کی مسکراہٹ

مہمانوں کو اس وقت مشروب پیش کیا جا رہا تھا۔ نکاح کے مرطلے شروع ہوئے۔ نکاح ہوتے ہی مہمان اسٹیج پر چڑھے اور دیکھا تو گھٹے لگا کر مبارک باد دیتے گئے۔

”مبارک باد دینے کے لیے ہم بھی چلیں؟“ دیا بولی۔

”ہم تقریباً آخر میں چلیں گے بلکہ بالکل آخر میں۔“

”آخر میں کیوں؟“

”دیکھنا۔“

”سنس؟“

وقار مسکرایا۔

مبارک باد دینے والوں کی تعداد اتنی تھی کہ ایک گھنٹا گزر گیا۔ جب دیکھا تو کچھ چکا تو وقار، دیا کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا۔ اس کے ہاتھوں میں دو بڑے پیکٹ تھے۔ ان میں سے ایک اس نے دیا کو دیا۔

”تم دیکھو کہ ہاتھ میں دوگی۔“

پھر ایسا ہی ہوا۔ مبارک باد کے ساتھ دونوں نے تحائف دیے۔

”کی طرف سے آواز آئی۔“ کیا کھانا شروع کروا دیا جائے؟“

وقار نے فوراً ٹائیک اپنے ہاتھ میں لیا۔ ”کھانے سے قبل میں مہمانوں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

ہال میں خاموشی چھا گئی۔ سب نظریں وقار کی طرف تھیں۔

”خواتین و حضرات!“ وقار نے بولنا شروع کیا۔

”آج میرے بہت ہی پیارے دوست کی شادی ہوئی ہے۔ اس موقع پر آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ

چارون بعد آپ سب لوگ یہاں پھر تشریف لائیں۔“ وقار نے تاریخ بھی بتائی پھر بولا۔ ”دو دن بعد میں بیرون شہر جا رہا ہوں۔ آگلی شام کو واپس آ جاؤں گا اور اس سے آگلی شام کو میری انجمن ہوگی۔“

دیا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”یہ میں میری ہونے والی منگتر۔“ وقار نے دیا کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کیا۔ دیا یوکلکائی گئی۔ ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔

دیکھا تو فوراً اٹھا اور وقار کے ہاتھ سے ٹائیک لے کر بولا۔

”میں بھی آپ سب دوستوں کو اپنے دوست کی طرف سے اس تقریب میں شرکت کی دعوت دیتا ہوں۔“ ہال میں تالیوں کا شور بڑھ گیا۔

”آؤ۔“ وقار نے دیا کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج سے اترتے ہوئے کہا۔

صوفے پر بیٹھتے ہی دیا نے کہا۔ ”وقار! یہ اچانک تم کیا کر بیٹھے؟“

”تمہارے لیے یہ یقیناً اچانک ہوگا لیکن میں نے کل ہی فیصلہ کر لیا تھا۔ میں اپنے والد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے لیے تمہارا انتخاب کیا۔ میں تمہیں پوری طرح سمجھ چکا ہوں، دیا!۔“

دیا گنگ ہو کر رہ گئی۔ وہ یہ نہ کہہ سکی کہ میں نے تمہیں ابھی پوری طرح نہیں سمجھا۔

اسی رات کو دیا نے زینت کو فون کر کے ساری بات بتائی۔

”واہ۔“ زینت نے کہا۔ ”کیا میں تمہیں وہ شام آنے سے پہلے مبارک باد دے سکتی ہوں۔“

سینس ڈائجسٹ 214 جون 2023ء

”میرا دماغ تو منتشر ہو گیا ہے۔ میں ابھی اسے اپنے مزاج کے بہت قریب نہیں لاسکی ہوں۔“

”تو کیا ارادہ ہے؟“

”ابھی تو مجھے سوچنے کے لیے مناسب وقت نہیں ملا۔“

”مگر میں اس سے بات کروں گی۔ یہ تقریب کسی طرح سنبھل بھی کی جاسکتی ہے۔“

”احقانہ بات۔“ زینت نے کہا۔ ”وہ تمہارے آئیڈیل کے مطابق ہے۔“

”لیکن مزاج کے مطابق نہیں ہے۔“

”تم اس تقریب کے بعد بھی اپنی کوششیں جاری رکھ سکتی ہو۔“

”پھر حالات مشکل ہو جائیں گے۔“

”بہت عرصہ ہوا، تم نے ایک بار کہا تھا کہ شکلات کا سامنا کرنا تمہیں پسند ہے۔“

دیا نے رابطہ منقطع کیا اور ٹپکنے لگی۔ اس وقت اسے پھر فرحان یاد آیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس سے مشورہ کرے لیکن وہ اس معاملے میں بے بس تھی۔ فرحان سے رابطہ کا کوئی راستہ اس کے سامنے نہیں تھا۔

کار انرپورٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ڈرائیونگ عابد کر رہا تھا۔ اس نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے فرحان سے کہا۔

”تم کیا رہ ماہ بعد اپنے شہر کی طرف لوٹ رہے ہو۔“

”ہاں، عابد!“ فرحان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور آج میں بہت خوش ہوں۔“

”جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو تم نے اتنے کم عرصے میں ناقابلِ یقین کامیابیاں حاصل کی ہیں اور دوسرے یہ۔“

”میری اس شاندار کامیابی کی بنیاد ابتدا میں ہی پڑ گئی تھی۔“ فرحان نے اس کی بات کا تسہ ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ عابد نے اتفاق کیا۔ ”کئی ہزار گز پر عمل نما شاندار جنگل تمہاری شہرت کا سبب بنا تھا۔“

”میں آج تم سے شادرا کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“

”شادرا کے بارے میں؟“

”ہاں۔ اگر تم براہِ نامہ نا تو میں کہوں گا کہ تم اس سے شادی کر لو۔“

عابد نے حیرت سے کہا۔ ”یہ عجیب خیال تمہارے دماغ میں کیسے آیا؟“

”وہ تنہائی کے باعث شدت سے ذہنی طور پر منتشر ہوتی جا رہی ہے۔ مانا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر سے بہت محبت

کرتی تھی لیکن پھر جانے والے کو زندگی بھر یاد رکھنا بڑا مشکل ہے۔ وہ محبت کے حصار سے بڑی حد تک نکل آئی ہے۔ وہ اپنا دفتر چھوڑ کر خاصا وقت میرے دفتر کے کمرے میں گزارنے لگی ہے۔ میری طرف اس کا جھکاؤ بھی بہت بڑھ گیا ہے۔ اگر میں ڈرا بھی اس کی حوصلہ افزائی کرتا تو وہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے تیار ہو جاتی۔ دو مہینے سے میں اس کی وجہ سے خاصا پریشان رہا ہوں۔ ایک بار تو سوچا تھا کہ میں اپنا دفتر وہاں سے نکال کر وہاں لوٹاں تو وہ مجھ سے رکارہ لے۔ ایک تو مجھے اب واپس لوٹنا تھا، دوسرے میری عدم موجودگی میں وہ اپنی کچنی کچنی پھر ڈوبے گی جس میں نے بڑی مشکل سے سہارا دیا ہے۔ وہ اب پھر غلط فیصلے کرنے لگی ہے۔ میں ای سے غلطیوں سے ڈر کر رہا ہوں لیکن میری عدم موجودگی میں نہ جانے کیا ہو۔“

”تم واپس تو آؤ گے؟“

”ہاں آؤں گا۔ میں اپنی کچنی چھوڑ نہیں سکتا لیکن واپسی پر۔“

”دیا تمہارے ساتھ ہوگی۔“

”مجھے تو خاصا پسند ہے۔ وہ جیسا شوہر چاہتی ہے، وہ اسے نہیں مل سکتا۔ مجھے وہ بہت پسند کرتی ہے۔ مجھ میں اسے صرف یہ کی نظر آتی تھی کہ میں کچھ کرنا نہیں تھا۔ میں نے اپنا کوئی مقام نہیں بنایا تھا لیکن اب میں ویسا بن چکا ہوں، جیسا وہ چاہتی ہے۔ میں شادرا کو نہیں اپنا سکتا۔ اگر تم اس سے شادی کر لو گے تو۔“

”مجھے اس کام کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہے۔ میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا گا۔“

”میں اسے اتنا ٹرینڈ کر چکا ہوں کہ اگر اس کا ذہنی انتشار ختم ہو جائے تو اسے تمہاری مدد کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔“

”لیکن اس کا شوہر میرا بہت عزیز دوست تھا اس لیے میں نے شادرا کو بھی اپنی نظر سے نہیں دیکھا۔“

”تو اب دیکھو۔ وہ تمہاری ایک اچھی ساتھی ثابت ہوگی۔“

”مجھے اس بارے میں بہت سوچنا پڑے گا۔“

”بس یہ خیال رکھنا کہ شادرا تمہاری سے نکال جائے گی۔“

”تم کب تک واپس آؤ گے۔“ عابد نے کاررو کی۔

”جلد از جلد آنے کی کوشش کروں گا۔“

”اس دوران میں تمہاری کچنی۔“

”مجھے دو بہت قابلِ اعتبار آدمی مل گئے ہیں۔ وہ

سینس ڈائجسٹ 215 جون 2023ء

کی۔ وہ اسی گھر میں رہ رہی ہے؟“
 ”ہاں، لیکن کچھ دنوں میں اس کا گھر تبدیل ہونے والا ہے۔“
 ”کوئی بہت اچھی ملازمت مل گئی ہے کیا اسے؟“
 ”ملازمت تو اچھی مل گئی ہے لیکن گھر کی تبدیلی کی وجہ
 ملازمت نہیں ہوگی۔“
 ”پھر؟“

”وہ اپنے ہونے والے شوہر کے گھر چلی جائے گی۔“
 ”اس دن میں اپنا گھر بھی وہیں کی طرح سجاؤں گا۔“
 ”اس دن تو جیسے اپنا ہی گھر اجاڑ لگنے لگے گا۔“
 ”اچھا ہو گئے ہو کیا؟ دیا کے ہوتے ہوئے مجھے اپنا
 گھر اجاڑ لگیں گے؟“

”اس لیے کہ وہ یہاں نہیں آئے گی۔“
 ”کیا وہ چاہے گی کہ میں اس کے لیے دوسرا گھر بناؤں؟“
 ”ذوالفقار سنجیدگی سے چند لمحوں فرحان کی طرف دیکھتا
 رہا پھر بولا۔ ”وہ اپنے شوہر کے گھر جائے گی جس سے اس کی
 منگنی ہونے والی ہے۔“

”کیا؟“ فرحان کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے
 گرتے پڑی۔
 ”ہاں۔“ ذوالفقار نے کہا۔ ”تم نے بہت دیر کر دی
 ہے فرحان! اعلان کیا جا چکا ہے کہ پرسوں اس کی منگنی
 ہو جائے گی۔“

فرحان کو سکست سا ہو گیا۔ ذوالفقار نے نظریں جھکا لیں۔
 ”تم بہت دلخراش مذاق کر رہے ہو مجھ سے۔“
 فرحان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
 ”یہ مذاق نہیں ہے، فرحان!“ ذوالفقار نے سنجیدگی
 سے کہا۔ ”اسے ایسا فطری طور پر ہے، جیسا شوہر وہ چاہتی تھی۔“

اب فرحان اس کا منہ نہ کھلے گا۔
 ”میں جانتا تھا کہ تمہیں شاک لگے گا۔“ ذوالفقار
 نے کہا۔ ”لیکن یہ ضروری بھی تھا کہ میں تمہیں بتا دوں۔“
 فرحان کا چہرہ رفتی پڑ گیا تھا۔ اس نے منگنی کی آواز
 میں پوچھا۔ ”دیا خوش ہے؟“

”اسے خوش ہونا ہی چاہیے۔ اسے اس کی پسند مل گئی ہے۔“
 ”کس سے ہو رہی ہے اس کی منگنی؟“ فرحان کی
 آواز ڈھونڈتی ہوئی تھی۔
 ”بہت بڑا ادارہ ہے، لارڈ انٹر پرائز۔۔۔۔۔ اس کے
 مالک سے اس کی منگنی ہو رہی ہے۔“

فرحان چونک پڑا۔ ”دو عالم سے؟“
 ”تم اسے کیسے جانتے ہو؟“

”وہ ابھی میرا ہم سفر تھا۔ اس نے مجھے اپنی منگنی میں
 مدعو بھی کیا ہے۔“
 ”تم وہاں جا سکو گے؟“
 ”میرا تو کچھ بچا پٹ جائے گا منگنی کا منظر دیکھ کر۔“
 ”کیا میں اسے فون پر بتا دوں کہ تم آگئے ہو؟“
 ”تم نے ابھی کہا تھا کہ وہ خوش ہے۔“
 ”ہاں۔“

”تو پھر اسے نہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ میں آگیا
 ہوں۔“ فرحان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔
 ”جیسے ایک چانس لیتا چاہیے۔ میں ابھی اسے فون
 پر بتاتا ہوں۔“

”ہرگز نہیں۔“ فرحان نے سختی سے کہا۔ ”میرے
 لیے یہ کافی ہے کہ وہ خوش ہے۔“
 ”تمہارا کیا ہوگا؟ تم اسے دل و جان سے چاہنے لگے تھے۔“
 ”اب بھی چاہتا ہوں۔“
 ”تو پھر؟“

”تو پھر کچھ نہیں۔ اس کی خوشی میری خوشی ہے۔ محبت
 بے غرض ہوتی ہے۔ شادی اس کے لیے کوئی شرط نہیں۔“
 ”تم سر سر کر رہے ہو۔“
 ”جی تو لوں گا اس کی خوشیاں دیکھنے کے لیے۔“

”تم ان سچرل باتیں کر رہے ہو۔ غیر فطری باتیں۔“
 ”یہ تم اس لیے کہہ سکتے ہو کہ تمہیں کسی سے محبت نہیں
 ہوئی۔ تم نہیں جانتے کہ محبت کیا ہوتی ہے۔“
 ”تم اس کی خوشی کیسے دیکھو گے جب اس سے ملو گے
 بھی نہیں۔“

ذوالفقار نے بہت چاہا کہ فرحان، دیا سے فوری طور
 پر ملے لیکن وہ نہیں مانا۔ اسی بات پر اڑا رہا کہ دیا کی خوشی
 میں میری خوشی ہے۔
 ”اس کی منگنی میں جاؤ گے؟“
 ”اس بارے میں کوئی فوری فیصلہ نہیں کر سکا۔
 سوچوں گا۔“

ذوالفقار نے تھک ہار کر اس موضوع پر بات ختم
 کر دی۔
 ذوالفقار کے جانے کے بعد فرحان نے وہ سوٹ
 کیس کھولا جس میں دیا کے لیے قیمتی تحائف تھے۔ وہ سب
 کچھ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے لیکن اس نے
 انہیں فٹے نہیں دیا، ضبط کر لیا اور پھر سوٹ کیس بند کرتے
 ہوئے سوچا کہ وہ یہ تحائف اسے اس کی شادی کے موقع پر

دے گا۔
 دوسرا دن بھی اس نے گھر ہی میں گزارا۔ تیسرا پھر
 ہو چکا تھا جب اسے جمیل یاد آئی جہاں اس نے دیا کے
 ساتھ وقت گزارا تھا۔ اس نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا اور
 تیار ہونے لگا۔ کاری چالی سنبھال کر وہ کمرے سے نکل ہی
 رہا تھا کہ ذوالفقار کا فون آیا۔
 ”ہاں زلفی!“ فرحان نے کال ریسیو کی۔

”آج کا دن کیسا گزرا؟“ ذوالفقار نے پوچھا۔
 ”گھر میں ہی رہا۔“ فرحان نے جواب دیا۔ ”اب
 اگر تم دو تین منٹ بعد فون کرتے تو گھر میں نہیں ہوتا۔“
 ”تمہیں جارہے ہو؟“
 ”ہاں۔ جمیل کی طرف جانے کو دل چاہ رہا ہے۔“
 ”سوچا تھا کہ اگر تم گھر پر ہی ہو تو تمہاری طرف نکل آؤں۔“
 ”مگر نکلنے کو جی چاہ رہا ہے تو رات کا کھانا میرے
 ساتھ کھاؤ۔ اس وقت تک میں لوٹ آؤں گا۔“
 ”اچھا تو جاؤ۔ میں رات کو آؤں گا۔“
 ”میں انتظار کروں گا۔“
 ”ٹھیک ہے۔“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ فرحان
 موبائل جیب میں ڈال کر گھر سے نکلا۔ جمیل تک پہنچنے میں
 اسے زیادہ وقت نہیں لگا۔ وہ اسی جنگلے پر دونوں ہاتھ رکھ کر
 مغرب میں جھپٹتے ہوئے سورج کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے وہ
 باتیں یاد آگئی تھیں جو دیا سے سورج کے بارے میں ہوئی
 تھیں۔ اس کے چہرے پر افسردگی تھی اور وہ خود اپنے آپ
 سے سوال کر رہا تھا کہ خود کو پوری طرح سنبھالنے میں اسے
 کتنا وقت لگے گا۔

تقریباً ایک گھنٹا اسے وہاں کھڑے کھڑے گزر چکا
 تھا کہ اسے عقب سے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی جو اس
 کے لیے اچھی نہیں تھی۔ وہ تیزی سے مڑا۔
 وہ دیا تھی جو ہنس ہنس کر وقار سے باتیں کرتی ہوئی
 اسی طرف آ رہی تھی۔

فرحان کے جی میں آئی کہ وہ وہاں سے بھاگ نکلے
 لیکن وہ ایسا کر نہیں سکا۔ اس کے پیچھے سے من من بھر کے
 ہو گئے تھے۔
 پھر دیا نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ چونکی پھر اس کے
 چہرے پر خوشی کا تاثر ابھرا۔ وہ وقار کا ہاتھ چھوڑ کر دوڑتی
 ہوئی فرحان کی طرف آئی۔ قریب آ کر وہ فرحان سے پٹ
 ہی گئی۔

”مجھے کچھ بتائے بغیر کہاں چلے گئے تھے تم؟“
 دوست بنے تھے میرے کہ میرا کچھ خیال ہی نہیں آیا
 تمہیں۔ میں تو تمہارے تمام جانے والوں سے ملتی رہی
 ہوں۔ ان سے پوچھتی رہی ہوں کہ تم کہاں چلے گئے ہو۔ کسی
 سے مجھے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ میں تمہیں بہت مس کر رہی
 تھی۔ آخر کہاں غائب ہو گئے تھے تم؟“ وہ فرحان سے ملتی
 ہوئی بولتی ہی چلی گئی۔

فرحان نے بہ آہستگی اسے خود سے الگ کیا۔ وقار
 کے سامنے دیا کا خود اسے اس طرح لپٹا اے غبات میں جتا
 کر گیا تھا۔
 ”جواب کیوں نہیں دیتے؟“ جذباتی ہو جانے والی
 دیا نے فرحان کا گریبان پکڑ لیا۔
 ”ایک ضروری کام سے گیا تھا۔“ فرحان بہ مشکل
 بول سکا۔

اس وقت تک وقار ان کے قریب آ گیا تھا۔
 ”وقار!“ دیا جیسے چونک کر اس سے مخاطب ہوئی۔
 ”یہ ہے وہ میرا بہت اچھا دوست جس کا ذکر میں تم سے کر چکی
 ہوں اور فرحان۔۔۔۔۔! یہ ہیں میرے ہونے والے بھتیجے،
 وقار عالم۔۔۔۔۔! میں تم سے اچھی طرح لڑوں گی فرحان کی تم
 مجھے بتائے بغیر غائب ہو گئے تھے اور اب آئے ہو تو اطلاع
 تک نہیں دی۔ خیر، بہت اچھے موقع پر آئے ہو۔ کل میری
 منگنی ہے۔ اس میں تمہیں آنا ہے۔“
 ”کسی دوسرے کو بھی بولے کا موقع دو دیا!“ وقار
 نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”تم سے پہلے میں انہیں
 اپنی منگنی میں مدعو کر چکا ہوں۔“

”کب؟“ دیا نے حیرت سے پوچھا۔
 ”فلاٹ میں ملاقات ہوئی تھی ان سے۔“
 ”اور تم نے مجھ سے ذکر بھی نہیں کیا۔“
 ”سفر میں لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔
 ضروری نہیں کہ ان ملاقاتوں کا ذکر بھی کیا جائے۔ ہاں، اگر
 مجھے معلوم ہوتا کہ یہی وہ تمہارے دوست ہیں جن کا تم ذکر
 کر چکی ہو تو میں ضرور تمہیں بتاتا بلکہ فلاٹ ہی میں ان کو بھی
 بتا دیتا کہ ان کی دوست سے ہی میری منگنی ہو رہی ہے۔“
 ”تم چپ کیوں کھڑے ہو؟“ دیا، فرحان کی
 طرف چلی۔
 ”یہ کیا بولیں۔“ وقار نے کہا۔ ”تم ہی بولے جا رہی ہو۔“
 ”اس لیے بولے جا رہی ہوں کہ مجھے قصہ آ رہا ہے
 ان حضرات پر۔“

کایا کلب

”چلو اب فخر محک دوتا کر یہ بھی کچھ بولیں۔“
فرحان بولا۔ ”دیا! بتایا تو ہے کہ ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا تھا۔“
”چلو، اس ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔“ دبیانے اشارہ کیا۔
”جھیل سے یہ مشکل نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک ریسٹورنٹ کھولا گیا تھا۔“
وہ تینوں ریسٹورنٹ کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دیا نے چونکے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ ذوالفقار صاحب کہاں غائب ہیں؟“
”ذوالفقار! فرحان نے حیرت سے کہا۔ ”کیا اسے یہاں ہونا چاہیے تھا؟“
”انہوں نے ہی تو فون کر کے مجھے یہاں بلا یا ہے۔“ دبیانے جواب دیا۔ ”فون پر کہا تھا کہ وہ جھیل اور مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھی تھی کہ انہیں شاید تمہارے بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے جو وہ مجھے بتانا چاہتے ہیں لیکن بات اب سمجھ میں آرہی ہے۔ وہ مجھے اس طرح تم سے ملا کر سر پر اندر دینا چاہتے ہوں گے۔“
فرحان، ذوالفقار کی اس حرکت پر جھنجھلا گیا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ریسٹورنٹ میں وقار اور فرحان کی طیارے میں ملاقات کی بات جھنجھٹی اور وقار نے دیا کو بتایا کہ فرحان کی کنسرکشن کمپنی نے بہت کم وقت میں بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں۔
”شاندار۔“ دیا نے خوش ہو کر کہا۔ ”یہ ہوئی تا بات۔ چلو، میری ایک بات کا تم پر اثر تو ہوا۔“
”کس بات کا؟“ وقار نے پوچھا۔
”میسے کی تو کمی نہیں ان کے پاس لیکن یہ کچھ کرتے نہیں تھے اور میں کہتی تھی کہ انہیں اہمیت اس بات کو دینا چاہیے کہ اپنی کوئی شناخت بنائی جائے، کوئی بڑا کام کیا جائے۔ کسی لڑکی سے محبت کرتے ہیں یہ حضرت! وہ ایک فرحان سے مخاطب ہوئی۔ ”اب بھی اس سے اظہار محبت کرو گے یا نہیں؟“
”اب مجھے دیر ہو چکی ہے۔ اس کی شادی ہونے والی ہے۔ اب میں اس کی زندگی میں اشتراک نہیں لانا چاہتا۔ میرے لیے اب خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ خوش رہے۔“
”بہت اچھی سوچ ہے آپ کی۔“ وقار بولا۔ ”محبت کو اتنا ہی بے غرض ہونا چاہیے۔ وہ محبت ہی نہیں جس میں خلوص نہ ہو۔“

”لیکن.....“ دیا بولی۔ ”کیا وہ اپنی ہونے والی شادی سے خوش ہے؟“
”بہت خوش دیکھا ہے میں نے اسے۔“
”تو یہاں آنے کے بعد اس سے ملاقات ہو چکی ہے؟“
”ہاں۔“
”کچھ دیر بعد وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے دبیانے فرحان سے کہا کہ وہ اس کی منگنی میں ضرور آئے۔“
☆☆☆☆
ذوالفقار بروقت فرحان کے گھر پہنچ گیا تھا لیکن فرحان آدھے گھنٹے کی تاخیر سے آیا۔
”اتنی دیر لگ دی؟“ ذوالفقار نے کہا۔ ”مجھ سے تو کہا تھا کہ.....“
”چلو کھانا کھا لیں۔“ فرحان نے اس کی بات کاٹ دی۔
ذوالفقار نے محسوس کیا کہ فرحان بہت سنجیدہ تھا۔ کھانے کے دوران میں بھی وہ چپ چاپ سا رہا۔ بہت کم بات کی اور وہ بھی بہت رکھی سی جبکہ ان کا تعلق رکھی نہیں تھا۔ کھانے کے بعد جب وہ لاؤنج میں جا کر بیٹھے تو فرحان نے کہا۔ ”دبلی اتم نے بہت غلط کیا۔“
”میں تمہارے موڈ کی خرابی سے سمجھ گیا تھا کہ تمہارا نزلہ مجھ پر گرے گا۔ دبیانے بتا دیا ہو گا کہ میں نے ہی اسے وہاں بلا دیا تھا۔“
”مجھ سے ملانے کے لیے؟“
”ہاں۔“
”میں نے تمہیں منع کیا تھا۔“
”مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور تمہاری زندگی جہنم بن کر نہ رہ جائے۔“
”جہنم تو اب بننے کی رو نہ میں دو ایک دن میں ہی واپس جا کر اپنی کنسرکشن کمپنی سنبھال لیکن اب کل مجھے اس کی منگنی میں شریک ہونا ہے۔“
”اگر اس نے اپنا فیصلہ نہ بدلاتا تو اسے وقار کی معیتر بننے دیکھ کر تمہارے دل پر آسے چلیں گے۔ تم مان کیوں نہیں لینے کہ تم اسے فراموش نہیں کر سکو گے، بڑپتے رہو گے۔“
فرحان کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ اس کے موبائل کی منگنی بجی۔ ریسٹورنٹ میں دبیانے اس کا نمبر لے لیا تھا اور وہ کال اس کی تھی۔
”اتنی جلدی کیا بھی اور باتیں کرنے کی۔“ فرحان نے ہنس کر کہا۔ ”ریسٹورنٹ میں اتنی باتیں تو ہو چکی ہیں۔“

”میں وقار کے سامنے تم سے وہ بات نہیں کر سکتی تھی۔“
”دیا! ایسی کیا بات ہے؟“
”تم نے مجھ سے رابطہ نہ کر رکھا مجھے بہت ستایا ہے۔“
”دیکھئے؟“
”میں تمہیں مس کرتی رہی ہوں۔ تم ہوتے تو میں تم سے شہرہ کرتی۔“
”کس بارے میں؟“
”وقار سے منگنی کے بارے میں۔“
”وقار کے بارے میں کوئی بات کرتیں؟“
”ہاں۔ اگرچہ کل ہی اس سے میری منگنی ہے لیکن میں جب بھی تنہا ہوتی ہوں، خود کو بہت تنگ و محسوس کرتی ہوں۔ وقار میں میری خواہش کے مطابق بہت سی خوبیاں ہیں لیکن اس پر ہر وقت کام کی دھن سوار رہتی ہے۔ اس نے کام کے علاوہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے وقت نکالنے پر آمادگی تو ظاہر کر دی ہے لیکن میرے خیال میں اس نے اپنے والد کے دباؤ پر ایسا کیا ہے۔ شادی کے بعد وہ اپنی پرانی روش پر لوٹ جائے گا۔ اسے میری نہیں، صرف اپنے کام کی پروا رہے گی۔“
”بلاوجہ وقت سے پہلے مایوسی کا شکار ہو رہی ہو اور یہ اس کے باپ کا کیا قصہ ہے؟“
دبیانے وہ سب کچھ بھی بتا دیا۔ ذوالفقار بڑے غور سے فرحان کی باتیں سن رہا تھا اور اندازہ لگا رہا تھا کہ دوسری طرف سے دیا کیا کہہ رہی ہوگی۔
فرحان کہہ رہا تھا۔ ”میں مان لیتا ہوں کہ اس نے باپ کے اشارے پر خود کو بدلا ہے لیکن اسے دباؤ مت سمجھو۔ باپ کی نصیحت سمجھ کر وہ اس پر عمل کر رہا ہے۔“
”میں کنفیوز ہوں فرحان! خود کو بدلنے کے باوجود وہ کسی وقت مجھے نظر انداز کر کے اپنے بڑس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے لیے میری کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔“
”کوئی بھی انسان خود کو فوری طور پر سیکرٹیشن بدل سکتا۔ آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ دیا! تمہیں وقار سے اچھا شوہر ملنا مشکل ہے۔“
”یہ جملہ سن کر ذوالفقار کے ہونٹ میچ گئے تھے۔ اسے فرحان پر غصہ آیا تھا۔
”اچھا۔“ دبیانے طویل سانس لے کر کہا۔ ”اس قسم کی باتیں مجھے ذہینت نے بھی سمجھائی تھیں لیکن وہی باتیں تمہاری زبان سے سن کر مجھے کچھ اطمینان ہو رہا ہے۔“
”وقت ثابت کر دے گا کہ میں نے تمہیں لگائیں کھایا۔“

وفا
دبلی اجڑی تو قلعہ محکم کا سامان اونے پونے میں بیلا م ہونے لگا۔ رو سا جاتے اور اپنی حویلیوں کے لیے کوڑیوں کے مول خرید لاتے۔
ایک ہندو جاگیردار کے منشی نے مالک سے کہا۔ ”حویلی میں قالوں نہیں، وہاں ایک قالوں پڑا ہے، لے آتے ہیں۔“
جاگیردار ساتھ ہو گیا۔ سب کچھ دیکھا، آہ بھری اور منشی سے کہا۔ ”واپس چلو۔“
منشی نے کہا۔ ”سرکار! یہ قالوں تو تقریباً مفت ہی مل رہا ہے۔ یہ تو خرید لیجئے۔“
جاگیردار نے کہا۔ ”جس سامان نے اپنے آقا سے وفا نہیں کی، ہم سے کب وفا کرے گا۔“
(مرسلہ: منہا با، احمد، حیدر آباد)

”اگر تم میرے کنفیوزن سے اتفاق کرتے تو میں کل منگنی نہیں کرتی۔“
”ایسی احمقانہ بات کو اپنے ذہن سے دور رکھو۔“
”تمہاری بات تو میں مانوں گی ہی۔ تم سے اچھا اور نکلتا دوست میری زندگی میں کبھی نہیں آیا۔“
”ذہینت جو ہے۔“
”تمہاری بات اور ہے۔ اچھا، کل تم سے تقریب میں ملاقات ہوگی۔“
”میں آؤں گا۔“
دبیانے رابطہ منقطع کر دیا۔
فرحان نے موبائل رکھا ہی تھا کہ ذوالفقار بول پڑا۔
”کچھ تو میں سمجھ گیا ہوں کہ دیا سے تم نے کیا باتیں کی ہیں اور دبیانے کیا کہا ہو گا لیکن میں تمہاری زبانی سنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم جھوٹ نہیں بولو گے۔“
”جب تم نے کافی حد تک مجھ سے لیا ہے تو میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔“
فرحان نے سب کچھ بتا دیا۔
ذوالفقار جھنجھلا کر بولا۔ ”پاکل ہو مجھے ہوتم..... اس وقت تمہارے ایک اشارے پر دیا اس منگنی سے انکار کر دیتی۔“
”اور میں زندگی بھر خود کو ملالت کرتا رہتا۔ سمجھ لیتا کہ میری محبت بے غرض نہیں۔“
جون 2023